مدیر: مدثر عزیز
فون: +49-308735703
Email: generalsecretaryaaiil@gmail.com
قیمت فی پرچہ -/5 یورو

جلد نمبر 01	21 ربیع الاوّل تا 20 ربیع الثانی 1437 ہجری یکم جنوری تا 31 جنوری 2016ء	شمارہ نمبر 4-3

احمدیہ انجمن لاہور (جرمنی) کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اخلاقی ترقی کا آخری کمال

یہ ہے کہ ہمدردی خلائق میں کوئی نفسانی مطلب یا مُدعا یا غرض درمیان میں نہ ہو۔ بلکہ اخوت و قرابت انسانی کا جوش اس اعلیٰ درجہ پر نشوونما پا جائے کہ خود بخود بغیر کسی تکلّف کے اور بغیر پیشِ نہاد رکھنے کسی قسم کی شکرگذاری یا دُعا اور کسی قسم کی پاداش کے وہ نیکی فقط فطرتی جوش سے صادر ہو۔

عزیزو!

اپنے سلسلہ کے بھائیوں سے خاص طور سے محبت رکھو اور جب تک کسی کو نہ دیکھو کہ وہ اس سلسلہ سے کسی مخالفانہ فعل یا قول سے باہر ہو گیا ہے تب تک اس کو اپنا ایک عضو سمجھو لیکن جو شخص مکاّری سے زندگی بسر کرتا ہے اور اپنی بدعہدیوں یا کسی قسم کے جور و جفا سے اپنے کسی بھائی کو آزار پہنچاتا ہے یا وساوس و حرکات مخالف عہد بیعت سے باز نہیں آتا وہ اپنی بدعملی کی وجہ سے اس سلسلہ سے باہر ہے اس کی پرواہ نہ کرو۔

چاہیے کہ اسلام کی ساری تعریف تمہارے وجود میں نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے اور خدائے تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔ توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ۔ اپنے مولیٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لئے سارے دُکھ اٹھالو۔ ولا تموتن الا وانتم مُسلمُون

(پیغام صلح ۱۶ ستمبر ۱۹۸۱ء)

موجودہ صورت حالات کے متعلق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد

اے میرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو
وہ اگر پھیلائیں بدبُو تم بنو مُشکِ تتار

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے پیدا کرتا ہے وہ سامانِ دمار

جس نے نفسِ دوں کو ہمت کر کے زیر پا کیا
چیز کیا ہیں اس کے آگے رستم و اسفند یار

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تو دکھاؤ انکسار

دیکھ کر لوگوں کا جوش و غیض مت کچھ غم کرو
شدت گرمی کا ہے محتاج بارانِ بہار

ہم نے یہ مانا کہ ان کے دل ہیں پتھر ہو گئے
پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے دینداری کی نار

کیسے ہی وہ سخت دل ہوں ہم نہیں ہیں ناامید
آیت لاتیئسو رکھتی ہے دل کو استوار

ادار یہ

اللہ کی پناہ

معاشرتی امن و امان کی خرابی، کسی ملک کی سیاسی ، اخلاقی ،معاشی ، معاشرتی بدحالی کا عکس ہوتی ہے آج ہر محبِّ وطن پاکستانی اندرون ملک لاقانونیت، جرائم کی بڑھتی ہوئی رفتار، قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ناکامی ملک کے شمالی حصہ میں فوج اور عوام کے درمیان حالت جنگ سے پریشان ہے۔چارسدہ یونیورسٹی طلباء اور اے پی ایس سکول کے معصوم نہتے بچوں کو شہید کردینے کے واقعات نے یہ تاثر دیا ہے کہ بنیاد پرست اور دہشت گردوں کے لئے ملکی سرحدیں کوئی روکاوٹ نہیں ۔یہ اس ملک کی حالت ہے جو امن و سلامتی کے دین اسلام کے نام پر وجود میں آیا جسے مدینہ کے بعد اسلام کے نام پر بننے والی پہلی ریاست قرار دیا گیا اصولاً اسے اپنے شہریوں اور پڑوسیوں کے لئے امن وسلامتی کا نمونہ ہونا تھا۔آج ملک کے طول عرض میں ہر شہری ان مصائب کو دور کرنا چاہتا ہے، اپنی جان و مال عزت کو محفوظ دیکھنا چاہتا ہے۔ملک کی 60 سالہ تاریخ شاہد ہے کہ سیاست کے میدان میں خدمت ملک وملت کا دعویٰ کرنے والے اور علماء کرام اصلاح حالات کا علم بلند کر کے اپنے جلسے اور جلسوں میں سادہ لوح عوام کو جمع کرنے میں کامیاب تو ہو گئے لیکن حالات خراب سے خراب تر ہوتے چلے گئے ۔کونسل کمیٹی اسمبلی کی نشست مل جانے کے بعد وزارت یا صدارت حاصل کرنے کی دوڑ میں وہ اپنے ووٹروں کو بھول گئے ،عہدے مل جانے کے بعد انہوں نے ذاتی مفاد کو عوامی مفاد پر ترجیح دی۔

علماء کرام نے بھی حالات کو سنبھالا نہ دیا تکفیر کے شوق میں مبتلا ہو گئے اور کلمہ پڑھنے والی ایک قوم کو فرقے فرقے بنا دیا، مذہبی اختلافات کو ایسی ہوا دی کہ قیام وطن کے وقت جو بھائی بھائی تھے وہ ایک دوسرے کے دشمن بن گئے اصلاح اور اخلاقی تربیت کے فرائض کسی نے بھی ادا نہ کئے ،حکومت شخصی رہی ہو یا جمہوری ملک کی معاشی پالیسی غریب عوام کو کوئی سہولت نہ دے سکیں غریب غریب تر ،امیر امیر تر ہوتا چلا گیا جس سے معاشرے میں غریبوں کو دولت مندوں کے درمیان فاصلہ اور نفرت پیدا ہوئی آج متوسط طبقہ جو تعداد میں بہت ہی کم ہے دو وقت کی روٹی بجلی گیس اور پانی کے اخراجات کی ادائیگی سے قاصر ہے۔

ہر شہری خواہ وہ کسی مذہب نسل ،قوم یا زبان بولنے والا ہو جذبہ حب وطنی رکھتا ہے اور اس کا یہ جذبہ زندہ ہے وہ ملک کے اندر امن وسلامتی کے لئے مخلص ہے، معاشی اور معاشرتی فلاح و بہبود کے لئے دام درم سخنے ہر تعاون کے لئے تیار ہے یہ جذبہ اور اس کی حرارت غلط طریقے سے استعمال ہو رہی ہے اس کے مثبت نتائج سامنے نہیں آ رہے ۔ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام میں خود اپنے نفع اور نقصان کو پہچاننے کی قابلیت پیدا ہو تا کہ وہ خود غرض اور نفع پرست رہنماؤں کو پہچان سکیں ، وہ اپنے وطن کے مفادات کو اہمیت دے سکیں۔ ہمارے سیاسی لیڈر، علماء کرام اور ارباب اختیار اپنے معمولی یا غیر معمولی فائدہ پر قومی مفاد کو ترجیح دیں۔

علمائے کرام عوام کی اخلاقی تربیت کریں جھوٹ ، چوری ، ڈاکہ ، رشوت کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کے احکام عوام الناس کے ذہن پر نقش کریں تا کہ گزشتہ بدعمالیوں کی وجہ سے اللہ کا عذاب مزید نازل نہ ہو۔ایک کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول للہ پر سب کو جمع کریں اسی پر اتحاد کی بدولت ہمیں ملک ملا تھا ،آزادی ملی تھی اور اب ملکی امن وسلامتی اور خوشحالی بھی اسی پر اتحاد سے ملے گی ابھی ہمارے پاس وقت ہے ہمارے انفرادی اور قومی زندگی کی خوشحالی کے لئے ضروری ہے کہ ہم سب سچی توبہ کر کے اپنے اعمال کی اصلاح کریں اور انفرادی اور اجتماعی ہر سطح پر ہر اس چیز کو نکال پھینکیں یا دور کر دیں جو ملک کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے میں رکاوٹ ہو۔

اللہ خطاؤں کو بخشنے والا ہے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے اگر سب سچی توبہ کریں تو ملک کے اندر اور ملک کے باہر امن وسلامتی کا دور دورہ ہو سکتا ہے

افتتاحی خطاب و دُعا

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع ''سالانہ دعائیہ'' مورخہ 24 دسمبر 2015ء بمقام جامع دارالسلام لاہور

'اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

''سب تعریف اللہ کے لئے ہے (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا، اُن لوگوں کے رستے (پر) جن پر تُو نے انعام کیا نہ اُن کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے'' (سورۃ الفاتحہ)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت سے اس دعائیہ کا ہم آغاز کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سورۃ کی برکات ہم پر نازل کرے اور ہمارے دلوں کو اس کی سمجھ عطا فرمائے (آمین)۔ یہ سورۃ انسان اور اس کے مالک کے درمیان ایک رشتہ کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس ذریعہ سے اپنا قرب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ قرآن کریم کا آغاز اسی سورۃ سے ہوا۔ اللہ ہمیں اس کتاب کی سمجھ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آج کے دعائیہ کا آغاز بھی ہم اسی سورۃ سے کرتے ہیں۔

گو کہ میں 2002ء سے بحیثیت امیر جماعت ہر دعائیہ میں شامل ہوتا رہا ہوں مگر یہ پہلی مرتبہ ہوا کہ خواتین کے پروگرام میں مجھے دعوت دی گئی کہ خواتین کے اجلاس میں بچیوں کے پروگرام میں ''درثمین'' پر اپنے خیالات کا اظہار کروں اور پہلی مرتبہ میں اس مسجد میں اس وقت آیا جب یہ مسجد خواتین اور بچوں سے بھری ہوئی تھی اور کچھ دیر تک میرا ذہن سوچ میں پڑ گیا کہ اتنے چھوٹے چھوٹے بچے نہایت نظم وضبط کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے دل نے اُس روحانی اثر کو جو اس محفل میں تھا اور میں نے محسوس کیا کہ ہمارے بچے ایک منظّم قوم کے بچے ہیں۔ ان کی شمولیت میرے لئے حوصلہ افزا تھی کیونکہ جب میں اپنے بچوں کو بڑا ہوتا اور ان کی دین کے ساتھ وابستگی دیکھتا ہوں تو میرا یقین مضبوط ہوتا ہے کہ ہماری جماعت کا مستقبل درخشاں ہے۔ دو ایسی بچیوں کو دیکھا کہ انہوں نے اسماء حسنہ زبانی یاد کر کے یہاں سنائے اور پھر ایک بچی کی طرف میرا دھیان گیا جو آج سے بارہ تیرہ سال پہلے دعائیہ میں اسماء حسنہ سنا رہی تھی اور اتنی چھوٹی تھی کہ اُسے میں نے اپنے بازوؤں میں اٹھا رکھا تھا اور وہ سپیکر پر اللہ کے بابرکت نام سب حاضرین دعائیہ کو سنا رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں جو اِس کی اور اُس کے آخری رسولؐ کے لئے محبت ہے اسے قائم رکھے اور اس کے احکامات اور رسول صلعم کے نمونہ پر چلتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے ان ننھے پھولوں کی نرسری کو جو اللہ تعالیٰ کی مدد سے والدین کی نگہداشت میں تیار ہو رہی ہے اسے قائم رکھے۔

دعائیہ کی اہمیت میں ہر سال بتاتا ہوں اس کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ نے جو خود لکھا ہے وہ میں آپ کو یاد دلاتا ہوں:

''اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے

قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ حتی الوسع تمام دوستوں کو محض اللہ ربانی باتوں کو سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیے۔"

میں جب احباب جماعت سے مل کر شمولیت کی درخواست کرتا ہوں اور ہمارے ہی کچھ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ یہ آپ کا کام نہیں ہے کہ آپ لوگوں کو کہتے پھرو کہ دعائیہ پر آؤ۔ میرا جواب ہوتا ہے کہ میں نے تو وہی پیغام پہنچانا ہے جو مسیح موعودؑ نے ہمیں دیا انہوں نے جب لوگوں کو کہا کہ اس تاریخ پر آجاؤ تو میں تو محض اس دعوت کو آگے پہنچا رہا ہوتا ہوں۔ **دعائیہ میں آئیں اور ایسے حقائق اور معارف سنانے کا شغل جاری رہے گا جو ایمان، یقین اور معارفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہے۔** ہم یہ سمجھیں کہ ہم ایک کریش کورس کریں گے۔ مثلاً کانفرنسیں ہوتی ہیں جن میں شمولیت کے لئے ہم بھاگے جا رہے ہوتے ہیں حتیٰ کہ امریکہ تک سفر کر کے جاتے ہیں کہ فلاں گانوں کا پروگرام ہے اس میں شریک ہونا ہے تو پھر یہاں آتے وقت ساری زنجیریں پاؤں کو کیوں جکڑ دیتی ہیں؟

لوگ خدشات کا اظہار کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں آؤ۔ خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش آوے تو پھر اس سے اچھی بات کیا ہوگی کہ آپ اتنے نیک ارادے سے آئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا وہ دن یہاں لکھا۔ **تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی ناراضگی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے یہ ایک موقع ہے۔** یہاں آنے کا مقصد صرف یہ نہیں ہوتا ہے کہ اپنی اپنی پسند کے لوگوں کو تلاش کر لو اور انہی سے میل ملاپ رکھو۔ اپنے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے جن کو ملنا ضروری ہے انہی سے ملو۔ اپنے اپنے شہر والوں کو ہی ڈھونڈ کر انہی کے ساتھ ملنے جلنے سے مقصد حل نہیں ہوگا۔ **یہ کوئی کاروباری میل ملاپ نہیں بلکہ روحانی میل ملاپ ہے۔ اس دعائیہ کا اصل مقصد ہر ایک سے ملنا اور تعلق قائم کرنا ہے**

شرکاء کے لئے جو دعا حضرت صاحب نے کی وہ بہت اچھی دعا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"ہر ایک صاحب کو اس للٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کرتا ہے، خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو اور اُن کو اجر عظیم بخشے اور اُن پر رحم کرے اور اُن کی مشکلات اور اضطراب کی حالات اُن پر آسان کر دیوے اور اُن کے ہم و غم دُور فرمائے اور اُن کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور اُن کی ہر ایک مرادات کی راہیں اُن پر کھول دے اور روزِ آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا! اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکل کشا، ہماری تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔"

یہ بہت اچھی دعا ہے جو اللہ کے مجدد اور محدث نے ہم سب کے لئے کی۔ اللہ اس دعا کو قبولیت عطا فرمائے (آمین)۔ اگر اُن کو معلوم ہو کہ جو کہتے ہیں کہ اگر ہم یورپ وغیرہ سے انہی دنوں میں آئیں تو کرسمس اور نئے سال کی تقریبات جو اپنے افسران کی نزدیکی کا موقعہ ہوتا ہے۔ اُس سے ہم محروم ہو جائیں گے۔ اُن کو میں کہتا ہوں کہ اُن کے لئے کوئی ایسی دعائیں کر رہا ہو جیسے حضرت صاحب نے کیں تو وہ دعائیہ میں شمولیت کو ترجیح دیں نہ کہ افسران کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائیں۔ اگر یہ پیغام اُن تک پہنچ جائے اور وہ سمجھ رہے ہوں کہ دعائیہ کی کیا اہمیت ہے تو پھر ایسے کبھی نہ سوچیں۔ ایسے بھی لوگ ہیں جو یہاں سالہا سال سے آرہے ہیں۔ اللہ کرے ایسے اور بھی لوگ

شامل ہوں جو سالہا سال آیا کریں۔

ہر سال جب ہم جامع کی صفیں دیکھتے ہیں تو پھر بُری طرح احساس ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ہم سے جدا ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان کی یاد ہمیں ستاتی ہے، ہم وہ خالی جگہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ہم کیا کر سکتے ہیں کیونکہ ہر ایک نے اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔

دُعا

اس سال بھی بہت سے لوگ فوت ہوئے۔ میں جب دعا کا کہتا ہوں تو میں تنگ نظری سے کام نہیں لیتا کیونکہ جب کوئی لاہور جماعت کا فرد دُکھی ہوتا ہے تو چاہے وہ فرد لاہور جماعت کا ہو یا نہ ہو انہیں بھی میں اپنی دعا میں شامل کرتا ہوں۔ برلن میں میرا مشاہدہ ہے کہ ترکی کے صوفی ہر نماز کے بعد نماز جنازہ شروع کر دیتے تھے۔ وہ ان تمام لوگوں کے لئے جنازہ پڑھ رہے ہوتے تھے۔ جو پچھلی نماز سے اس نماز تک فوت ہو گئے۔ ہم بھی آج تمام ان لوگوں کے لئے دعا کرتے ہیں جو اللہ نے اپنے ہاں بلا لیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام کو اپنی بخشش عطا فرمائے اور اُن کو اونچے درجات عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا کو امن عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ پاکستان کو امن کی جگہ بنائے اور اس ملک میں جو فتوے احمدیوں پر لگا دیئے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی ہی طاقت سے واپس لے لے۔ ہم کسی کو شرک کی نظر سے نہ دیکھیں کہ یہ ہمارے مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اپنے منصوبے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس پیغام کو دنیا میں مقبولیت عطا فرمائے، دنیا کے کونے کونے میں پھیلائے، اور اس کو پاکستان کے قانون کے مطابق دین والی جماعت کا رتبہ دوبارہ حاصل کر دے۔ آنے والے دنوں میں تمام لوگوں کی حفاظت فرمائے، ان کا یہاں رہنا، یہاں آنا اور واپس جانا تمام اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے سپرد کرتے ہیں۔ آمین

☆☆☆☆

اسلام کی خوبیاں

(کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دین محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشان دکھلا دے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کو تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

آج اُن نوروں کا اک زور ہے اس عاجز میں
دل کو اُن نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

☆☆☆☆

تمہارے نوکر چاکر تمہارے بھائی ہیں

مولانا صدرالدین رحمتہ اللہ علیہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خولکم اخوانکم تمہارے غلام تمہارے نوکر چاکر تمہارے بھائی ہیں۔ آقا کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے غلام کو'یا عبدی' کہے اور اپنی لونڈی کو'یا امتی' کہے اور غلام کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے آقا کو'ربی' کہے، آقا کو اپنے غلام یا لونڈی کے لئے 'یا فتای' اور یا فتاتی کے الفاظ استعمال کرنے چاہیں اور غلام کو چاہیے کہ آقا کو یا سیدی کر کے مخاطب کرے۔ اس بارے میں حضورؐ کے الفاظ ہیں۔

ترجمہ: یعنی تمہارے غلام اور خادم تمہارے بھائی ہیں جس شخص کے ماتحت اللہ تعالیٰ اس کے بھائی کو رکھ دے اس پر واجب ہے کہ وہ اسے وہی کچھ کھانے کو دے جو خود کھاتا ہے اور وہی لباس اس کو پہننے کے لئے دے جو خود پہنتا ہے اور چاہیے کہ غلام کو اتنا کام نہ دیا جائے جو اس کی طاقت سے بڑھ کر ہو اور اگر ایسا کرنا پڑے تو آقا کو چاہیے کہ غلام کا ہاتھ بٹائے۔ حضورؐ نے اس ضمن میں فرمایا" میں مساکین سے محبت رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میری زندگی مساکین کے درمیان گزرے اور جب میرا حشر ہو تو میں اپنے تئیں زمرہ مساکین میں پاؤں" حضور کے الفاظ یہ ہیں۔

فرمایا میں غربا کے ساتھ اسی طرح اٹھتا بیٹھتا ہوں جیسے ان میں سے ہی ایک متواضع اور منکسر المزاج بندہ ہوں، حضورؐ علیہ الصلوۃ والسلام نے لوگوں کے ساتھ میل جول کے وقت اور کھانے پینے کے وقت کو امتیازی رنگ اختیار نہ کر رکھا تھا۔ بادشاہت کے حاصل ہو جانے پر بھی مسجد کی چٹائی حضورؐ کا تخت اور پرانا عمامہ ہی حضورؐ کا تاج رہا اور مسجد ہی آپ کی شوریٰ کی مجالس کا ہال رہا۔

مسجد کی ملحقہ کوٹھڑیاں اور پرانے کمرے ہی آپ کا محل سرا رہا تمام عمر آپ کی زندگی کے اوضاع و اطوار یہی رہے یہ ہے وہ طرز طریق حیات اجتماعیہ جو حضورؐ نے اپنی قوم کو سکھلایا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مساکین کے لئے صحن مسجد کے ایک حصہ پر چھت ڈال دی تھی اس حصہ کو صفہ کہتے ہیں اور جو لوگ وہاں پناہ گزین ہوتے تھے ان کو اصحاب صفہ کہا جاتا تھا اس چھت کے نیچے کم و بیش ایک سو غرباء رہتے تھے جن کی جسمانی اور روحانی ضروریات کے حضورؐ خود متکفل تھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضر میں اور سفر میں ہر جگہ ناتوانوں کی مدد کرنا نہایت ہی ضروری سمجھتے تھے لکھا ہے

ترجمہ: یعنی سفر کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قافلے کے پیچھے پیچھے چلتے اور کمزور و ناتواں کے لئے اپنی سواری کی رفتار کم کر دیتے کمزور کو اپنے پیچھے سوار کر لیتے اور اس کی بھلائی کے لئے جناب الٰہی میں دعا کرتے اور فرماتے۔ ترجمہ: جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اپنے نادار بھائی کو دے دے اور جس کے پاس زائد زادِراہ ہو وہ اپنے اس بھائی کو دے دے جس کے پاس زادراہ نہ ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام زید کو آزاد کیا اور کہا انت اخونا مولانا ااور اپنے قول کا ثبوت اس طرح دیا کہ اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی لڑکی زینب اس کے نکاح میں دے کر اس کی انتہائی عزت فرمائی۔ جب ان کا نباہ نہ ہو سکا اور زینب کو طلاق دے دی گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کا نکاح ام ایمن سے کر دیا، ام ایمن حبشی عورت تھیں جس کا نام برکت تھا یہ عورت حضورؐ کی کھلائی (دائی) تھی حضور اس کو انت امی بعد امی کے الفاظ سے نوازا کرتے تھے۔ زید کی رفاقت کے لئے حضورؐ نے ام ایمن کا انتخاب کیا ان کے ہاں اسامہ پیدا ہوا، اسامہ اپنی ماں کے خدوخال کا وارث تھا

۔حضورؐ جس طرح زید کی قدر کرتے تھے اسی طرح اسامہ سے بھی شفقت کرتے تھے چنانچہ حسن اور اسامہ دونوں کو ایک ساتھ انگلی سے پکڑ کر چلتے ایک ساتھ ان کو گود میں بٹھاتے اور دونوں کے لئے ایک ہی الفاظ میں دعا کرتے تھے آپ کی دعا کے الفاظ یہ ہیں۔

ترجمہ: اے میرے مولا میں ان دونوں سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے پیار کر،حضورؐ کے نواسے حسنؓ نہایت خوبصورت تھے ان کی خوبصورتی کی وجہ سے ان کا نام حسنؓ رکھا گیا تھا اس خوب رو بچے کے ساتھ ایک حبشی خدوخال کے بچے سے برابر کا پیار کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شفقت بھرے مقدس قلب کا نقشہ پیش کرتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غرباء کو صرف اپنی شفقت ہی سے نہیں نوازا بلکہ ان کا رتبہ بھی بڑھایا۔زید کو کمانڈر بنایا اور ان کے زیر کمان حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسی جلیل القدر شخصیتوں نے کام کیا۔اسی طرح سے اسامہؓ کو بھی کمانڈر مقرر کیا روحانی اور جسمانی بادشاہ ہونے کے باوجود ام ایمن کی تعظیم وتکریم کی خاطر ان کے مکان پر تشریف لے جایا کرتے تھے ان کو امی بعد امی کے لقب سے نوازا کرتے تھے۔حضور کے نقش قدم پر چل کر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی حضورؐ کی وفات کے بعد ام ایمن کی دلجوئی کے لئے ان کے ہاں جایا کرتے تھے اس کو کہتے ہیں غرباء کی تعظیم وتکریم کرنا۔اس قسم کا سلوک حضورؐ نے اپنی دائی حلیمہ سے کر کے دکھایا۔حلیمہ بنی ہوازن کے مرد وزن قیدیوں کو آزاد کرانے کے لئے فوجی کیمپ میں پہنچی تو حضورؐ نے ان کی تکریم کے لئے اٹھ کر اپنی چادر ان کے بیٹھنے کے لئے بچھا دی اور فرمایا یہ میری اماں حلیمہ ہیں اور حلیمہ کی سفارش پر چھ ہزار قیدی رہا کر دیئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو برداشت نہ کر سکتے تھے کہ کوئی شخص اپنے غلام کے ساتھ بدسلوکی کرے ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ابومسعودؓ نے اپنے غلام سے خفا ہو کر اس کی سرزنش کے لئے کوڑا اٹھایا اتفاق ایسا ہوا کہ حضورؐ نے ابو مسعودؓ کو دیکھ لیا،فوراً اس کو للکارا اے مسعودؓ یاد رکھو اپنے غلام پر جتنی قدرت تم کو حاصل ہے اس سے کہیں زیادہ خدا کو تمہارے اوپر قدرت حاصل ہے اس آواز کا سننا تھا کہ ابومسعودؓ کے ہاتھ سے کوڑا گر گیا۔ابومسعودؓ پر یہ اثر ہوا کہ اس نے غلام کو اسی وقت آزاد کر دیا اس ضمن میں حضورؐ نے خدا تعالیٰ کی جانب سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے جس کو حدیث قدسی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے بندو میں نے ظلم کرنے کو اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے اور تمہارے لئے بھی ظلم کرنا حرام قرار دیا ہے پس تم کو چاہیے کہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو اور فرمایا:

خدا تعالیٰ عدل وانصاف کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو اور عدل انصاف کے علاوہ مروت واحسان کرنے کا حکم بھی دیتا ہے۔

سوشل حالات کی اصلاح حضور نے اس حد تک کر دکھائی کہ آقا اور غلام نماز کے وقت ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے تھے اور آقا اور غلام ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔حضرت عمر فاروقؓ جیسی عظیم القدر شخصیت جب تخت سلطنت پر متمکن تھی تو انہوں نے بھی ایک غریب دہقان کے ساتھ مل کر ایک ہی برتن سے کھانا کھایا جب اس نے اشتیاق سے برتن کے ہر حصہ سے بچا کھچا گھی چاٹنا شروع کیا تو تاڑ گئے کہ ان کے ہاں قحط ہے اور ان کے مویشی دودھ مکھن نہیں دے رہے تو فرمایا جب تک بارش ہو کر دہقانوں کھیت کے کھیت سرسبز نہ ہو جائیں اور جب تک اہل بدو کے مویشی ان کو دودھ مکھن نہ دیں تب تک عمرؓ مکھن اور گھی کا مزہ نہ چکھے گا یہ ہیں وہ تعلقات جو حضورؐ نے بادشاہ اور رعایا کے درمیان قائم کئے تھے۔سوشل اصلاح کو یہاں تک پہنچایا کہ شادی بیاہ کے وقت امراء کی شادی میں غرباء بھی شرکت کرتے تھے اور امراء غرباء اکٹھے بیٹھ کر طعام تناول کرتے تھے حضور نبی کریمؐ اس کو برکت کا موجب سمجھتے تھے۔امیر اور غریب کی تفریق کرنا حضورؐ کو نہایت ناپسند تھا اس ضمن میں حضورؐ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

یعنی شادی کا وہ کھانا نہایت برا ہے جس میں اغنیاء کو تو مدعو کیا جائے اور فقراء کو ترک کر دیا جائے اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا ''امراء کو تو مدعو کیا جاتا

ہے اور غرباء کو دھکے دے کر نکال دیا جاتا ہے''۔

یہ تفصیلات اور حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ غرباء کو اسلامی فوجوں میں بھی معزز ترین رتبے ملے اور ان کو روحانی مقامات بھی حاصل ہوئے اور ان کی سوشل حالت بھی بلند کر دی گئیں ایسے انقلاب کو جامع انقلاب کہہ سکتے ہیں صرف روٹی کی تکلیف دور کر دینا اور روحانی اقدار کی پرواہ نہ کرنا کوئی مفید انقلاب نہیں ہوسکتا۔

حضور نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا گوش ہوش سے سن رکھو جناب الٰہی تمہاری جو نصرت کرتے ہیں اور تمہیں جو رزق و دولت عطا ہوتے ہیں وہ سب ضعفاء و غرباء کی بدولت ہے ان موثر الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو یقین دلایا کہ ان کی سرفرازی اور ان کے آرام اور آرائش کے سامان ان کو غرباء و ضعفاء کی وجہ سے ہی حاصل ہوتے ہیں یعنی قوم اپنے غرباء و ضعفاء کی مرہون منت ہے اس لئے ان غرباء کو فراموش کر دینا احسان فراموشی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل کی ناشکری ہوگی۔ فرمایا۔

جو انسان کی مروت کا شکریہ ادا کرنا نہیں جانتا وہ خدا تعالیٰ کا شکریہ بھی ادا کرنا نہیں جانتا۔ چاہیے کہ قوم کے غرباء اور ضعفاء کو ہمیشہ یاد رکھو اور دیکھو ان کی حق تلفی تو نہیں ہوتی اور ان کی حق تلفی کرنے کے باعث تم خدا کو ناراض تو نہیں کر رہے حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کو خدم و حشم حاصل ہوں اور وہ شخص جو کسی کارخانے کا مالک ہے وہ غرباء اور ضعفاء کا محتاج ہے اور جتنا جتنا کوئی شخص زیادہ اہل ثروت ہے اتنا ہی زیادہ وہ غرباء کی وجہ سے زیادہ آرام پاتا ہے اگر اس کا باورچی نہ ہو مالی نہ ہو دھوبی نہ ہو ڈرائیور نہ ہو تو وہ ہر طرح کے آرام سے محروم ہو جائے یہ دولت جو اس کے ہاتھ میں آتی ہے یہ بھی غریب پیدا کرتے ہیں، کارخانوں کے مالکوں کی بے انداز دولت پیدا کرنے والے بھی مزدور ہیں، ریلوے کی آمدنی اور ریلوے کے ذریعہ سے جو آرام انسان کو میسر آتا ہے جو تجارت اس کے ذریعہ سے چلتی ہے یہ سب کچھ غرباء کی وجہ سے ہے، جہازوں کی گودیوں میں لکھو کھا غرباء کام کرتے ہیں ان کی وجہ سے تجارت کو فروغ حاصل ہے ان کی وجہ سے بڑے پیمانے پر دولت فراہم ہوتی ہے کان کنی کا مشکل ترین کام سرانجام دینے والے غرباء ہی ہوتے ہیں۔ کوئلہ لوہا اور دیگر معدنیات انہی کی محنت اور مشقت کی پیداوار ہیں۔

پہاڑوں کی ڈھلانوں پر مشقت کرنے والے مزدور ہی ہوتے ہیں جنگل کاٹتے ہیں اور پتھر بھی وہی کاٹتے ہیں، جنگلوں سے حاصل کی ہوئی لکڑی سے جہاز اور ریلوے تیار ہوتی ہے اسی لکڑی سے مکانات اور فرنیچر تیار ہوتے ہیں ان ہی پتھروں سے مکان تعمیر ہوتے ہیں سڑکیں کوٹنے والے اور مکان تعمیر کرنے والے مزدور، شہر میں روٹی کا سامان پہنچانے اور پکانے کے لئے مزدور، آٹے کی چکی چلانے والے مزدور، کپڑا تیار کرنے کے کارخانوں میں کام کرنے والے مزدور پھر تمام قسم کا سامان معیشت شہر میں پہنچانے والے مزدور خزانہ شاہی کو پر کرنے والے کسان اور بادشاہ کے لئے فوج مہیا کرنے والے کسان، حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ تو سب سے زیادہ کسانوں اور مزدوروں کا احسان مند ہے کیونکہ ملک و ملت کی دفاع کے لئے ہی کسان اور مزدور ہی اپنی جان قربان کرتے ہیں یہ بیان ظاہر کرتا ہے کہ حضورؐ کا یہ ارشاد ایک نہایت ہی قیمتی فلسفہ کا حامل ہے اور یہ فلسفہ ٹھوس حقیقت پر مبنی ہے اس فلسفہ سے امیر کا دل پسیجتا ہے اور غریب کو دیکھ کر اس کی مشقت یاد آتی ہے کہ یہ آرام و آسائش اور ساری دولت و ثروت غریب کی مشقت کی وجہ سے ہے۔

امراء کی دولت میں غرباء کا حق ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے قوم کا درد دے رکھا ہے اور قوم کا جو حصہ زیادہ مظلوم ہے اس کی حمایت کیلئے ایک حقیقت بیان کی ہے جو نہایت موثر اور نہایت مفید ہے اس ضمن میں امراء کے لئے ایک اور بھی قیمتی سبق ہے فرمایا مسلمان جب غرباء کو کھانا دیتے ہیں تو رضا الٰہی کے حصول کے لئے ایسا کرتے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ترجمہ: ''وہ کھانا دیتے ہیں خدا تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے مسکین کو یتیم کو اور قیدی کو'' قیدی اپنی کرتوت سے سزایاب ہو جاتا ہے لیکن مناسب نہیں کہ وہ ہمدردی سے بھی محروم کر دیا جائے، قیدی کے ساتھ ہمدردی کرنا اور مسافر کے ساتھ ہمدردی کرنا اسلام کی امتیازی تعلیمات میں سے ہے اگر اس امر کو مدنظر رکھ کر غرباء سے ہمدردی کی جائے کہ ہمارے اموال میں ان کا حق ہے اور اس یقین اور ایمان سے ان پر اپنے اموال خرچ کئے جائیں کہ اس سے خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل

ہوتی ہے تو قوم کے امراء اور غرباء دونوں کے اخلاق پر اچھا اثر پڑتا ہے اس سے ساری قوم کے اخلاق بلند ہو جاتے ہیں۔ مزدوروں کے علاوہ اپنے اقرباء پر اموال صرف کرنا بھی اسی خیال پر مبنی ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں فرمایا۔

قرابت داروں سے سلوک کرنا ان کا حق ادا کرنا ہے اور اسی طرح سے مسکین اور مسافر پر اموال صرف کرنا ان کا حق ادا کرنا ہے۔

ان ارفع اور اعلیٰ تعلیمات کا ایک مقصد اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ غرباء پر مال صرف کر کے ان پر احسان نہ جتایا جائے کیونکہ اس سے ان کی عزت نفس تباہ ہو جاتی ہے ایسا کرنے سے قوم کا نہایت ہی مفید طبقہ ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتا ہے اس نہایت ضروری امر کے متعلق ارشاد فرمایا۔

غرباء کو اپنی مروت کا احسان جتلانا اصل مطلب کو تباہ کر دیتا ہے اس لئے ایسے قبیح فعل سے اجتناب کرنا واجب ہے

غرباء کے لئے مال خرچ کرنے کی تاکید ذیل کی آیات میں پائی جاتی ہے۔

''اے ایماندارو اپنی طیب کمائی اور اپنی اراضیات کی پیداوار خدا کی راہ میں صرف کیا کرو اور یاد رکھو قومی مفاد اور قومی مصالح کے پیش نظر اپنے اموال صرف کرنے کی تعلیم ایک حکمت پر مبنی ہے اور جس کو یہ حکمت نصیب ہوگئی وہ مالا مال ہو گیا''۔

فرمایا: وہ ایثار پیشہ لوگ جو دن رات اپنے اموال صرف کرتے ہیں اور موقعہ کے مناسب حال کبھی اموال کو خفیہ و اعلانیہ طور پر جناب الٰہی میں ان کے لئے اجر ہے۔

فرمایا: وہ لوگ جو خدا کی خوشنودی کے حصول کے لئے استقلال اور صبر سے کام لیتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور خدا کے عطا کردہ مال میں سے علانیہ طور پر اور پوشیدہ طور پر صرف کرتے رہتے ہیں وہ قابل ستائش ہیں۔

فرمایا: وہ جو ذی ثروت ہے اپنی وسعت کے لحاظ سے مال صرف کرے اور جو تنگ دست ہے وہ بھی اپنی حیثیت کے لحاظ سے مال صرف کرنے میں حصہ لے۔ کسی شخص پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔ (انتخاب از کتاب رحمتہ للعالمین صفحہ 84-64)

☆☆☆☆

محمد صالح نور

ہم کو کسی نے پھر سے پکارا ہے، دوستو

پیغام آپ کو یہ ہمارا ہے دوستو
ہم کو کسی نے پھر سے پکارا ہے دوستوے

جب سے ہمارے کُفر کے چرچے ہیں چار سو
ایمان پر قیام ہمارا ہے دوستو

یاروں کے پاس کُفر تھا دیتے وہ اور کیا
اسلام پر کسی کا اجارہ ہے دوستو؟

دنیا تھی کس کی پہلے جو دیتی ہمارا ساتھ
ہم دین کے تھے دین ہمارا ہے دوستو

یہ رنگ رُوپ چھاؤں ہے کب تک رہے گا ساتھ
ذکرِ خدا ہی دِل کا سہارا ہے دوستو

دے دے کے گالیاں وہ ڈراتے ہیں کس لئے
موت اس کی راہ میں بھی گوارا ہے دوستو

عشقِ نبیؐ ہو دل میں زباں پر ہو لا الہ
دونوں جہاں پہ راج تمہارا ہے دوستو

اس کے نقوش پر ہی چلیں گے تمام عمر
یہ کہ کے جس نے ہم کو سنوارا ہے دوستو

''بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم''
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم''

☆☆☆☆

حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں ایک غیر احمدی کے تاثرات

ترتیب وتدوین: عامر عزیز الازھری

میرا تعلق جماعت احمدیہ لاہور سے نہیں مگر مجھے امیر جماعت حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ سے گہری وابستگی اور والہانہ عقیدت ہے ۔ اس عقیدت واحترام کی وجہ اُن کی مایہ ناز تفسیر ''بیان القرآن'' ہے۔ میری عرصہ سے خواہش تھی کہ مولانا مرحوم کے مزار مبارک پہ حاضری دوں مگر شومئ قسمت کہ تاخیر در تاخیر ہی ہوتی چلی گئی اور یہ حسرت حسرت ہی رہی۔

گزشتہ دنوں ایک ذاتی کام کے سلسلہ میں لاہور کا سفر کرنا پڑا۔ برسوں پرانے اس شوق نے پھر انگڑائی لی اور میں لاہور کے تاریخی قبرستان میانی صاحب میں جا پہنچا۔ محترم جناب عامر عزیز صاحب اور برادرم عثمان احمد صاحب کی ٹیلیفونک راہنمائی میں جماعت احمدیہ لاہور کے لئے مختص احاطہ قبرستان تک رسائی ہوگئی۔ وہاں پہنچ کر تو میں حیرت کے سمندر میں ڈوب گیا کہ اتنی بڑی جماعت کے بانی اور دور حاضر کے مایہ ناز مفسر قرآن کی قبر تمام خدام جماعت کے قدموں میں بنی ہوئی ہے ۔ حالانکہ عموماً ہوتا یہ ہے کہ قائد کے قدموں میں کارکن دفن ہوتے ہیں ۔مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے کہ کارکنوں کے قدموں میں قائد دفن ہیں۔

معاً میرا خیال مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح ''مجاہد کبیر'' کی طرف گیا جہاں غالباً میں نے پڑھا تھا کہ مولاناؒ نے جماعت کو وصیت فرمائی تھی کہ:

''میری قبر ایسی جگہ ہو جہاں میں اُن ساتھیوں کے جو مجھ سے پہلے اپنے مولا سے جا ملے ہیں قدموں کی طرف لیٹا رہوں''

مولانا کی قبر پر میری جو حالت تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ قلم میں اتنی طاقت ہی کہاں کہ اس کیفیت باطنی کو سینہ قرطاس پہ بکھیر سکے۔ میرا یہ معاملہ اور کیفیت شاید اس لئے بھی عجیب ہو کہ میں نے مولانا مرحوم کی تفسیر بیان القرآن کو سبقاً سبقاً پڑھا ہے اور اُس کا اپنے طور پر تنقیدی جائزہ بھی لیا ہے۔ میں احمدی نہ سہی مگر مولانا محمد علی لاہوری کا باشعور عقیدت مند ہوں ۔ اس لئے مولانا کے مزار پہ حاضری کے وقت میری جو کیفیت تھی اس کا اندازہ تو کوئی لگا ہی نہیں سکتا۔

وہاں کے انوارات اور فیوضات و براکات کی عکاسی تو کوئی اہل دل ہی کر سکتا ہے۔ علم وعمل سے کورا ایک شخص اس حوالے سے کہہ ہی کیا سکتا ہے وہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا اور کیوں نہ ہو کہ یہاں ایک عظیم اور بے مثل مفسر قرآن دفن ہیں۔

جن کی ساری زندگی قرآن کریم کے پیغام کو عام کرنے میں گزری ۔ وہ شخص جس نے اپنوں اور بیگانوں کے طعنے سنے ۔طرح طرح کے الزام سہے، فتوؤں کا سامنا کیا مگر اپنے مشن اور موقف سے ''سر مو'' بھی انحراف گوارا نہ کیا۔

میری جماعت احمدیہ لاہور کے ذمہ داران اور وابستگان سے گزارش ہے کہ زیادہ نہ سہی مگر کم از کم مہینہ میں ایک بار ہی وہاں ضرور حاضری دیں اور وہاں کے انوارات ، فیوضات و براکات کو سمیٹیں ۔ بلاشبہ مولانا محمد علی لاہور جیسے روشن دماغ عبقری لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں ۔ ہم ہی ناقدرے ہیں کہ ایسے لوگوں کی قدر نہیں کرتے ۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔ آمین

(احمد عبداللہ (ہری پور))

دہشت گردی اور اسلامی تعلیمات

فضل حق (واعظ)

ترجمہ:''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے یہ مقرر کر دیا کہ جو کوئی کسی جان کو بغیر جان کے (بدلہ کے) یا زمین میں فساد مار ڈالے تو گویا اس نے سب کو مار ڈالا اور جو کوئی اس کو زندہ رکھے تو گویا اس نے سب کو زندہ رکھا۔''(سورۃ المائدہ ۳۲)

آج کل دہشت گردی کے واقعات کی بڑھتی ہوئی سنسنی خیزی اور نام نہاد مسلمانوں کی ان واقعات میں ملوث ہونے کی خبریں جن کی بدولت آج اسلام کی غلط تصویر دنیا کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ دردِ دل رکھنے والے مسلمانوں کو ہر لحظہ قلق و اضطراب میں مبتلا کیے ہوئے ہے۔ باچا خان یونیورسٹی چارسدہ کا واقعہ بھی اسی زنجیر کی ایک کڑی ہے جس نے ہر پاکستانی کو ایک دفعہ پھر غم میں مبتلا کر دیا۔ یہ تعلیم کے متلاشیوں پر امن کے دشمنوں کا دوسرا حملہ ہے۔ دُکھ تو اسی بات کا ہے کہ یہ امن دشمن اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور مسلمانوں کے معصوم بچوں اور نوجوانوں کو ہی نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ دہشت گردی اور تعلیم اسلامی میں مشرق و مغرب کا بُعد اور دُوری ہے۔

دہشت گردی ایک ایسا فعل یا عمل ہے جس سے معاشرہ میں دہشت و بدامنی کا راج ہو اور لوگ خوف زدہ ہوں، وہ دہشت گردی کہلاتی ہے۔ دہشت گردی کو قرآن کریم کی زبان میں فساد فی الارض کہتے ہیں۔ دہشت گردی لوگ چھوٹے اور بڑے مقاصد کے لئے کرتے ہیں۔ اسے کوئی فرد واحد بھی انجام دے سکتا ہے اور کوئی گروہ اور تنظیم بھی۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ دہشت گردی اور اسلام دو متضاد چیزیں ہیں۔ جس طرح رات اور دن ایک نہیں ہو سکتے، اسی طرح دہشت گردی اور اسلام کا ایک جگہ اور ایک ہونا، ناممکنات میں سے ہے۔ لہٰذا جہاں دہشت گردی ہوگی وہاں اسلام نہیں ہوگا اور جہاں اسلام ہوگا وہاں دہشت گردی نہیں ہوگی۔

اسلام کے معنی ہی سلامتی اور امن کے ہیں۔ اسلام ہمیں امن اور سلامتی کا درس دیتا ہے، دین اسلام چاہتا ہے کہ دنیا بھر کے لوگوں کو امن اور سلامتی نصیب ہو اور امن اور چین کی بانسری بجے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں رحمت العالمین بن کر آئے۔

یہ امر شک اور شبہے سے بالا ہے کہ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ دہشت گردی ہے اور پاکستان دہشت گردوں کے نشانے پر ہے، جس کی وجہ سے پاکستان عرصہ سے دہشت گردوں کا شکار بنا ہوا ہے، پاکستان میں دہشت گردی کی وجہ سے بہت سارے مالی و جانی نقصانات ہوئے ہیں اور ترقی کے میدان میں ہم بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ میرے خیال کے مطابق دہشت گردی کے عمل کو کسی بھی مذہب یا قوم کے ساتھ منسلک کرنا درست نہیں ہے۔

اسلام سے قبل دنیا اندھیری تھی، ہر طرف ظلم و ستم کا دور دورہ تھا، امن و امان نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی، کبھی رنگ و نسل کے نام پر، کبھی زبان و تہذیب کے عنوان سے انسانیت کو اتنے ٹکڑوں میں بانٹ دیا گیا تھا اور ان ٹکڑوں کو باہم اس طرح ٹکرا دیا گیا تھا کہ آدمیت چیخ پڑی تھی، اس وقت کی تاریخ کا آپ مطالعہ کریں گے تو اندازہ ہوگا کہ پوری دنیا بدامنی و بے چینی سے لبریز تھی وہ پسماندہ علاقہ ہو یا ترقی یافتہ اور مہذب دنیا، روم و افرنگ ہو یا ایران و ہندوستان، عجم کا لالہ زار ہو یا عرب کے صحراء و ریگزار، ساری دنیا اس کی لپیٹ

میں تھی۔

اسلام نے پہلی بار دنیا کو امن ومحبت کا باقاعدہ درس دیا اور اس کے سامنے ایک پائیدار ضابطہ اخلاق پیش کیا جس کا نام ہی ''اسلام'' رکھا گیا یعنی دائمی امن وسکون اور لازوال سلامتی کا مذہب۔ یہ امتیاز دنیا کے کسی مذہب کو حاصل نہیں، اسلام نے مضبوط بنیادوں پر امن وسکون کے ایک نئے باب کا آغاز کیا اور پوری علمی واخلاقی قوت اور فکری بلندی کے ساتھ اس کو وسعت دینے کی کوشش کی، آج دنیا میں امن کا جو رجحان پایا جاتا ہے اور ہر طبقہ اپنے اپنے طور پر کسی گہوارۂ سکون کی تلاش میں ہے یہ بڑی حد تک اسلامی تعلیمات کی دین ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اسلام دین امن ہے اور یہ معاشرے میں رہنے والے تمام افراد کو، خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب اور رنگ ونسل سے ہو، جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی ضمانت عطا کرتا ہے۔

اسلام اور ایمان، ان دونوں الفاظ میں سلامتی اور امن واضح ہے اور اسلام میں عدل وانصاف کو ہر سطح پر بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ عدل کے متضاد الفاظ ''ظلم وستم' ہیں اور اسلام میں ظلم وستم کی کسی طرح کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو یہ واضح تعلیم وہدایت دیتا ہے کہ کسی قوم کی عداوت ودشمنی بھی تمہیں اس بات پر نہ اکسائے کہ تم ناانصافی کرو۔

اسلام قتل وخونریزی کے علاوہ فتنہ انگیزی، دہشت گردی اور جھوٹی افواہوں کی گرم بازاری کو بھی سخت ناپسند کرتا ہے وہ اس کو ایک جارحانہ اور وحشیانہ عمل قرار دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتے''۔

(سورۃ القصص: ۷۷)

اسلام میں امن کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت (حرم مکہ) کو گہوارۂ امن قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے 'من دخلہ کان آمنا' اس کے سائے میں داخل ہونے والا ہر شخص صاحب امان ہوگا۔

اسلامی تعلیمات میں واضح ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگوں کے جان ومال کو کوئی خطرہ نہ ہو۔

ایک اور موقعہ پر ظلم وتنگ نظری سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''ظلم سے بچو اس لئے کہ ظلم قیامت کی بدترین تاریکیوں کا ایک حصہ ہے نیز بخل وتنگ نظری سے بچو اس چیز نے تم سے پہلے بہتوں کو ہلاک کیا ہے اسی مرض نے ان کو خونریزی اور حرام کو حلال جاننے پر آمادہ کیا''۔

(مسلم: حدیث نمبر ۲۵۷۸)

بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اللہ کی قسم مومن نہیں ہوسکتا، اللہ کی قسم مومن نہیں ہوسکتا، کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کون مومن نہیں ہوسکتا؟ فرمایا کہ جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں''۔

(بخاری: حدیث نمبر ۶۰:۱۶)

حضرت جریر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا''۔

(بخاری: حدیث نمبر ۷۳۷۶)

اسلام میں سختی اور تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں۔ (ابن ماجہ)

اسلام میں نہ ضرر ہے نہ نقصان پہنچانا ہے، جس نے نقصان پہنچایا، اللہ اس کو نقصان میں مبتلا کرے گا اور جس نے کسی کو مشقت میں ڈالا، اللہ تعالیٰ اسے مشقت میں مبتلا کرے گا۔ (مسند احمد)

جس کے پاس مومن کی تذلیل کی جائے پھر وہ اس کی مدد پر قادر ہونے

کے باوجود اس کی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سر عام رسوا کرے گا۔(مسند احمد)

جو کسی جان دار (انسان یا جانور) کو مُثلہ کرے (شکل وصورت یا حلیہ بگاڑے) اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور بنی آدم کی لعنت ہے۔(بخاری)

مجھے لوگوں سے نیک برتاؤ کے لئے مبعوث کیا (بھیجا) گیا ہے۔
(جامع صغیر)

زمین والوں پر رحم کرو، اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی کرے گا۔(ابوداؤد)

خبردار! بے جا تشدد کرنے والے ہلاک ہوئے، تین بار یہی جملہ دہرایا۔(مسلم)

فتنہ سو رہا ہے، اس کے جگانے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔
(کنز العمال)

جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔(مسلم)

ظلم قیامت کے دن اندھیروں کا سبب ہوگا۔(صحیح بخاری)

جو دیدہ دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اسے مدد دینے چلا، وہ اسلام سے نکل گیا۔(جامع صغیر)

ایک عورت جہنم میں گئی، (صرف) ایک بلی کے سبب کہ اس نے اسے باندھے رکھا تھا، بلی کو نہ خود کھانا دیا نہ اسے چھوڑا کہ زمین کا گرا پڑا یا جو جانور اس کو ملتا کھا لیتی (بخاری)

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنی کثرت سے ایسے مضامین ہیں جو ایک عام ذہن والے کو بھی یہ بآسانی باور کروا دیتے ہیں کہ دین اسلام کی تعلیمات و ہدایات میں انسانی زندگی کے لئے وہ بہترین رہنمائی ہے جو نہایت خوش گوار اور خوش حال، پُر امن اور پُر مسرت زندگی کی ضمانت ہے، راستی و آشتی، سلامتی و عافیت، راحت و رحمت اور ہر طرح فوز و فلاح کی ضمانت ہے۔ وہ دین جو نماز کے لئے وضو میں مسواک پر زیادہ اجر سناتا ہے کہ منہ سے بدبو تک نہ آئے تا کہ مسجد میں ساتھ کھڑے ہونے والے دوسرے نمازی کو کراہت محسوس نہ ہو، وہ دین جو حلال جانور کو بھوکا پیاسا ذبح کرنے سے منع کرتا ہے، وہ دین جو رہ گزر سے کانٹے دور کرنے پر ثواب بتاتا ہے تا کہ راہ چلنے والوں کو دشواری نہ ہو، وہ دین جو جانور کی جان محض تلف کرنے کے لئے شکار کو پسند نہیں کرتا اور کسی جان کا بھی مُثلہ کرنے (صورت وحلیہ بگاڑنے) کی سختی سے ممانعت کرتا ہے، وہ دین جو کسی کی عزت، جان و مال کے ناحق معمولی سے نقصان کو گناہ بتاتا ہے، وہ دین جو غیبت کو زنا جیسی برائی سے زیادہ سخت بتاتا ہے، وہ دین جو انسانی زندگی کی اتنی واضح اہمیت بیان کرتا ہے کہ جس نے ایک جان بچائی گویا اس نے تمام لوگوں کو بچا لیا اور جس نے ناحق ایک جان کو مارا گویا اس نے سب کو مارا، اس پاکیزہ اور سلامتی والے دین سے دہشت گردی کا تصور ہرگز ہرگز وابستہ نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام وہ معاشرہ تعمیر کرتا ہے جس میں ایک انسان دوسرے کا خیر خواہ اور معاون ہے، تعصّبات اور عناد سے ہر فرد کو دور رکھتا ہے کسی سے محبت ہو تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہو اور بغض ہو تو وہ بھی اللہ اور اسکے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہو۔ فکر و عمل میں رضائے الٰہی و رضائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بنیاد ہو۔

آپ خود بتایئے کہ آپ کا وجدان گواہی نہیں دیتا کہ دنیا کو جائے عذاب بنانے والے وہی لوگ ہیں جو خدائی فرامین اور دینی تعلیمات و ہدایات سے دور ہیں اور فی سبیل الشیطان مشغول ہیں۔

بیداری کا وہ لمحہ جو حقائق آشکار کرتا ہے جب کسی کی زندگی میں آتا ہے، انقلاب آفرین ثابت ہوتا ہے۔ کاش یہ دنیا خونی انقلاب کی بجائے اسی روحانی انقلاب کی طرف بڑھے جو امام الزمان حضرت مجدد صد چہاردہم نے اپنے علم الکلام کے ذریعہ واضح کیا۔ اس انقلاب کا سنہری اصول حقوق کی ادائیگی ہے۔ اگر انسان حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کو ادا کرتا ہے اور

حقوق العباد کی ادائیگی میں فلاح نوح انسانی کو مقصود بناتا ہے تو یہ وہ انقلاب ہے جو دنیا کو جنت کا نمونہ بناتا ہے لیکن اس کے لئے ایمان اور تقویٰ پہلا زینہ ہے تو ہمیں کسی انتظار میں وقت نہیں گزارنا چاہیے جو سانسیں اور ساعتیں میسر ہیں ان میں اپنی توانائیاں نیکی و بھلائی میں لگاتے ہوئے خود کو گفتار و کردار سے ہر شر اور شریر کے لئے دیوار بنا دینا چاہیے۔ یاد رہے، اس دیوار کی تعمیر اور پختگی صرف ایمان اور تقویٰ سے مشروط ہے۔

ترجمہ: ''اے لوگوں جو ایمان لائے ہو تم سارے کے سارے فرمانبرداری میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔'' (سورۃ البقرہ ۲۰۸)

☆☆☆☆

ہر احمدی کو اپنی حیثیت و توفیق کے مطابق

سلسلہ کی خدمت میں حصہ لینا چاہیے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی خاطر چندہ دیتا ہے اس کے رزق میں برکت دی جاتی ہے۔ جو شخص اپنی حیثیت و توفیق کے موافق اس سلسلہ کی چند پیسوں سے امداد نہیں کرتا اُس سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے۔ اس سلسلہ کو اس کے وجود سے کیا فائدہ؟ ایک معمولی انسان بھی خواہ کتنی ہی شکستہ حالت کا کیوں نہ ہو۔ جب بازار جاتا ہے تو اپنی قدر کے موافق اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے کچھ نہ کچھ لاتا ہے تو پھر کیا یہ سلسلہ جو اپنی عظیم الشان اغراض کے لئے اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے اس لائق بھی نہیں کہ وہ اس کے لئے چند پیسے بھی قربان کر سکے؟ دنیا میں آج تک کونسا ایسا سلسلہ ہوا ہے یا ہے جو خواہ دنیوی حیثیت سے ہے یا دینی کہ بغیر مال کے چل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر ایک کام کو اسباب ہی سے چلایا ہے۔ پھر کس قدر بخیل و ممسک وہ شخص ہے جو ایسے عالی مقصد کی کامیابی کے لئے ادنیٰ چیز مثل چند پیسے خرچ نہیں کر سکتا۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ الٰہی دین پر لوگ اپنی جانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح نثار کرتے تھے، مالوں کا تو کیا ذکر؟ ۔۔۔ مگر ایک وہ ہیں کہ ۔۔۔ اقرار بھی کر جاتے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے مگر مدد و امداد کے موقع پر اپنی جیبوں کو دبا کر پکڑ رکھتے ہیں بھلا ایسی محبت دنیا سے کوئی دینی مقصد پا سکتا ہے اور کیا ایسے لوگوں کا وجود کچھ بھی نفع رساں ہو سکتا ہے ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جب تک تم اپنی عزیز ترین اشیاء کو اللہ جل شانہ کی راہ میں خرچ نہ کرو تب تک تم نیکی کو پا نہیں سکتے''۔

چاہیے کہ جماعت کا ہر ایک متنفّس عہد کرے کہ میں اپنی حیثیت کے مطابق اتنا چندہ دیا کروں گا کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے عہد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے رزق میں برکت دیتا ہے۔ (ملفوظات جلد ششم)

☆☆☆☆

قبولیت دُعا کی فلاسفی

ملک بشیر اللہ خان راسخ (راولپنڈی)

حسن دوقسم کے ہوتے ہیں(۱):حسن معاملہ (۲):حسن بشرہ۔حسن بشرہ صرف ایک یا دو اشخاص کے فانی عشق کا موجب ہوتا ہے جو جلد زوال پذیر ہوجاتا ہے اوراس کی کشش نہایت کمزور ہوتی ہے۔

حسن معاملہ وہ روحانی عشق جس کوحسن معاملہ سے موسوم کیا گیا ہے وہ اپنی کششوں میں ایسا سخت اور زبردست ہے کہ ایک دنیا کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور زمین وآسمان کا ذرّہ ذرّہ اس کی طرف کھینچا جاتا ہے اور درحقیقت قبولیت دعا کی بھی یہی فلاسفی ہے کہ جب ایسے روحانی حسن والا انسان جس میں محبت الٰہیہ کی روح داخل ہوجاتی ہے جب کسی غیر ممکن اور نہایت مشکل امر کے لئے دعا کرتا ہے اور اس دعا پر پورا پورا زور دیتا ہے تو چونکہ اپنی ذات میں حسن روحانی رکھتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے امر اور اذن سے اس عالم کا ذرّہ ذرّہ اس کی طرف کھینچا جاتا ہے۔پس ایسے اسباب جمع ہوجاتے ہیں جو اس کی کامیابی کے لئے کافی ہوں۔تجربہ اور قرآن کریم سے ثابت ہے کہ دنیا کے ہر ایک ذرّہ کو طبعاً ایسے شخص کے ساتھ ایک عشق ہوتا ہے اور اس کی دعائیں اُن تمام ذرّات کو ایسا اپنی طرف کھینچتی ہیں جیسا کہ مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

غیر معمولی باتیں جن کا ذکر کسی علم طبعی اور فلسفہ میں نہیں اس کشش کے باعث ظاہر ہوجاتی ہیں اور وہ کشش طبعی ہوتی ہے۔جب سے صانع مطلق نے عالم اجسام کو ذرّات سے ترکیب دی ہے۔ہر ایک ذرّے میں وہ کشش رکھتی ہے اور ہر ایک ذرّہ روحانی عشق کا عاشق صادق ہے اور ایسا ہی ہر ایک سعید روح بھی کیونکہ وہ حسن تجلی گاہ حق ہے۔وہی حسن تھا جس کے لئے فرمایا گیا اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس اور اب بھی بہتیرے ابلیس ہیں جو اس حسن کو شناخت نہیں کرتے ،مگر حسن بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا۔

حضرت نوح علیہ السلام میں وہی حسن تھا جس کی پاس خاطر حضرت عزت جلشانہ کو منظور ہوئی اور تمام منکروں کو پانی کے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔پھر اس کے موسیٰ علیہ السلام بھی وہی حسن روحانی لے کر آئے جنہوں نے چندروز تکلیفیں اُٹھا کر آخر فرعون کا بیڑا غرق کیا۔پھر سب کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ،خاتم المرسلین ایک عظیم الشان روحانی حسن لے کر آئے جس کی تعریف میں یہی آیت کافی ہے۔دنی فتدلی فکان قاب قوسین اوادنیٰ یعنی وہ اپنی جناب الٰہی سے بہت نزدیک چلا گیا اور پھر مخلوق کی طرف جھکا اور اس پر دونوں حقوں کو جو حق اللہ اور حق العباد ہے ادا کر دیا اور دونوں قسم کا حسن روحانی ظاہر کیا اور دونوں قوسوں میں وتر کی طرح ہوگیا۔یعنی دونوں قوسوں میں جو ایک درمیانی خط کی طرح ہوا اور اس طرح اس کا وجود واقع ہوا۔

اس حسن کو ناپاک طبع اور اندھے لوگوں نے نہ دیکھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''تیری طرف وہ دیکھتے ہیں مگر تو انہیں دکھائی نہیں دیتا آخر وہ سب اندھے ہلاک ہوگئے۔اس دقیقہ کو دنیا کی عقل نہیں سمجھ سکتی کہ انسان کامل خدا تعالیٰ کے روح کا جلوہ گاہ ہوتا ہے اور جب کبھی کامل انسان پر ایک ایسا وقت آجاتا ہے کہ وہ جلوہ کا عین وقت ہوتا ہے تو اس وقت ہر ایک چیز اس سے ڈرتی ہے۔اس کو اس وقت درندہ کے آگے ڈال دو۔آگ میں ڈال دو،وہ اس سے کچھ بھی نقصان نہیں اُٹھائے گا کیونکہ اس وقت خدا تعالیٰ کی روح اس

پر ہوتی ہے اور ہر ایک چیز کا عہد ہے کہ اس سے ڈرے، یہ معرفت کا آخری بھید ہے جو بغیر صحبت کاملین سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را راہنما

قبولیت دعا کا شرف حاصل ہونا یہ نہایت اعلیٰ مقام ہوتا ہے۔ ایک اور اہم امر اور نقطہ کی طرف آپ اپنی توجہ مرکوز کریں کہ ایسے باریک معاملات اور باریک باتوں میں لوگ بھٹکتے رہتے ہیں اور چونکہ اُن کی فہم و فراست مفقود ہوتی ہے لہذا وہ ایسے اعتراضات اور سوال کھڑے کرتے ہیں جن کا جواب دینا ضروری ہوتا ہے۔

بعض جاہل اور نادان لوگ سوال کرتے ہیں کہ کیوں کامل لوگوں کی بعض دعائیں منظور نہیں ہوتیں اس کا جواب یہ ہے کہ اُن کی تجلی حسن کو خدا تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھا ہوا ہے پس جس جگہ یہ تجلی عظیم ظاہر ہو جاتی ہے اور کسی معاملہ میں اُن کا حسن جوش میں آتا ہے اور اپنی چمک دکھلاتا ہے تب اس چمک کی طرف ذرات عالم کھینچے چلے جاتے ہیں اور غیر ممکن باتیں وقوع میں آتی ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں معجزہ کہتے ہیں مگر یہ جوش روحانی ہمیشہ اور ہر جگہ ظہور میں نہیں آتا اور تحریکات خارجیہ کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ اس لئے کہ جیسا کہ خدائے کریم بے نیاز ہے اس نے اپنے برگزیدوں میں بھی بے نیازی کی صفت رکھ دی ہے سو وہ خدا کی طرح سخت بے نیاز ہوتے ہیں اور جب تک کوئی پوری خاکساری اور اخلاص کے ساتھ ان کے رحم کے لئے ایک تحریک پیدا نہ کرے وہ قوت ان کی جوش نہیں مارتی اور تجیب تر یہ کہ وہ لوگ تمام دنیا سے زیادہ تر رحم کی قوت اپنے اندر رکھتے ہیں مگر اس کی تحریک اُن کے اختیار میں نہیں ہوتی گو وہ بارہا مرتبہ چاہتے ہیں وہ قوت ظہور میں آوے مگر بجز ارادہ الہیہ کے ظاہر نہیں ہوتی بالخصوص وہ منکروں او رمنافقوں اور سست اعتقاد لوگوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے اور ایک مرتے ہوئے کیڑے کی طرح اُن کو سمجھتے ہیں۔

جب مشرکانہ خیال دل سے دور ہو جاتے ہیں دوسرے لوگ اور دنیاوی اشیاء سب کی سب مردے اور کیڑے سے بھی کم تر نظر آنے لگتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''ہمیشہ نماز میں اپنے لئے دعا کریں (پنجوقتہ) اور راتوں کے پچھلے پہر اُٹھو۔ گریہ وزاری سے دعا کرو۔ خدا تعالیٰ کے کام بہتر آہستگی سے ہوتے ہیں۔ خداوند کریم جلد بازی کو پسند نہیں کرتا۔ جس طرح یہ امر خطرناک ہے کہ انسان کا دل گناہ سے سرد ہو، عبادت کا مزہ نہ آوے اس سے بڑھ کر یہ امر خطرناک ہے کہ انسان جلدی کرے اور خدا کو آزمائے بلکہ چاہیے کہ انسان سچے دل سے دعا میں لگا رہے گو دعا میں 20 برس گزر جاویں اور کوئی نشان قبولیت دعا کا ظاہر نہ ہو۔ خدا تعالیٰ بے نیاز ہے صبر کے ساتھ ہر ایک کو اس کا پھل دیتا ہے۔ فرماتے ہیں میں تو ہر نماز میں اپنی جماعت کے لئے (ہر ایک فرد کے لئے) دعا کرتا رہتا ہوں۔ کسی وقت تو دعا سن لے گا۔ مسیح موعودؑ کی کتب، ملفوظات، مندرجات، تحریرات میں اور جگہ جگہ دعا کا ذکر ہے اور قبولیت دعا کا رنگ و روپ اور مقام بھی پیش کیا گیا ہے اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کی سند بھی پیش کی۔ آپ کی تلقین، وعظ و نصائح پر ہم چل نہیں پا رہے کیونکہ دنیاوی چیزیں حائل راہ ہیں اور صبر و استقامت حاصل نہیں۔ اس عاجز کا اس موضوع پر مضمون لکھنے کا مقصد اور غرض یہ ہے کہ حالات وواقعات اور ہر لحہ گزرنے والے لمحات میں رنج والم نمایاں ہیں۔ ایک آزمائش، امتحان کا نہایت سخت دور ہے اور اس امتحان کی قلم دوات دعا ہے۔ آپ سب صاحبان کی بھی خداوند کریم نے کئی دعاؤں کو قبول کیا ہوگا جو آپ کے پاس محفوظ ہوں گی، ایسا ہو نہیں سکتا کہ دعا کی ہو اور قبول نہ ہوئی ہو اس میں تاخیر یا التواء کا ایک اور رنگ ہے مگر آپ کے پاس ضرور کوئی نہ کوئی ثبوت اور مثال ہووے گی، زندگی میں ایسی ایک بھی قبولیت دعا کی مثال ہو تو پھر ابہام پیدا ہونا، مایوسی پیدا ہونا کہ دعائیں کر کر کے تھک گئے ہیں اور کچھ نہیں ہوا۔ یہ فکر اور سوچ مثبت نہیں۔

فلسفہ رہ گیا تلقین امام عالی نہ رہی

ہر رات شب قدر کی رات ہے اگر قدر جانو، ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی۔ ہر رات میں قبولیت دعا کی اک ساعت ہوتی ہے اگر اس کی عظمت کا علم ہو اور اس کو جانتے ہو۔ تہجد بنیادی طور پر تنہائی، دعا اور دعا کرنے والی کی محفلِ خاموش کا نام ہے۔ رات کا پچھلا پہر اور پھر تو ہی تو ہے تو ہے تو ہی تو ہے اور گریہ وزاری عاجزی و انکساری علم چھوڑ کے در تیرا دیوانے کہاں جائیں۔

دینی اور دنیوی سب کام تہجد گزار عابد انسان کے درست ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی رضا سے جب انسانی رضا مل جاوے یہ وہ حالت ہے جہاں انسان اولیاء، ابدال اور مقربین کا درجہ پاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ سے مکالمہ کا شرف ملتا ہے اور وحی ولایت کی جاتی ہے اور چونکہ وہ ہر قسم کی تاریکی اور شیطانی شرارت سے محفوظ ہوتا ہے اور ہر وقت خدا تعالیٰ کی رضا میں رہتا ہے، زندہ ہوتا ہے اس لئے وہ ایک ابدی بہشت اور سرور میں ہوتا ہے، انسانی ہستی کا مقصد اعلیٰ اور غرض اسی مقام کا حاصل کرنا ہے اور یہی وہ مقصد ہے جو اسلام کے لفظ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع اپنی رضا کرے ۔مگر سچ یہ ہے کہ یہ مقام انسان کی اپنی قوت سے نہیں مل سکتا ہاں اس میں کلام نہیں کہ انسان کا فرض ہے کہ وہ مجاہدات کرے۔ لیکن اس مقام کے حصول کا اصل اور سچا ذریعہ دُعا ہے۔

☆☆☆☆

مجلس انتظامیہ 2016ء

ہر سال کی طرح اس سال بھی شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور کے سالانہ انتخابات ہوئے۔ سال گذشتہ کی شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی رپورٹ جلسہ سالانہ پر پیش کی گئی۔ اس کے بعد نئے سال کے لئے ذیل کے عہدہ داران منتخب ہوئے جن کے نام حسب ذیل ہیں:

صدر:	فضل حق (وہاڑی)
نائب صدر:	محی الدین (وزیرآباد)
سیکرٹری:	ادریس عامر (وزیرآباد)
جائنٹ سیکرٹری:	نعمان شکیل (اوکاڑہ)
خازن:	سلمان شکیل (اوکاڑہ)

نئے عہدہ داران نے ذمہ داریاں سنبھالتے ہوئے نئے عزم سے کام شروع کر دیا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص اجلاس میں نئے عہدہ داران سے حلف لیا۔ شبان نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے نئے پروگرام کے متعلق منظوری حاصل کرنے کے بعد اس کے مطابق کام شروع کر دیا ہے۔ احباب سے گذارش ہے کہ وہ ہماری کارگذاری کے سلسلہ میں حوصلہ افزائی فرماتے رہیں اور گاہے بہ گاہے اپنی تجاویز اور مشوروں سے نوازتے رہیں اور دعا بھی فرمائیں کہ اللہ ہمیں اس ذمہ داری کو پوری طرح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مجلس انتظامیہ اس سال باہمی روابط کو مزید مستحکم اور مضبوط کرنے کے لئے انٹرنیٹ اور موبائل روابط کو بہتر بنائے گی۔ آپ سب سے گذارش ہے کہ آپ اپنی تجاویز اور مفید مشورے درج ذیل موبائل نمبر اور ای میل ایڈریس پر بھیج سکتے ہیں:

موبائل نمبر: 0313-4433515

ای میل ایڈریس: shabanulahmadiyya@hotmail.com

ادریس عامر

سیکرٹری، شبان الاحمدیہ مرکزیہ

فکری ہمنوائی کے اسلوب

چوہدری ناصر احمد (شاہدرہ)

مشرق سے ہو بیزار۔ نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر

ہم اپنے زاویہ نگاہ کے مطابق معاشرہ کو دیکھتے ہیں۔ درحقیقت ہمیں معاشرہ جیسا کہ ہے وہ نظر نہیں آتا بلکہ ہم اس کو اپنی تعلیم و تربیت معاشرتی و گھریلو ماحول، تجربات اور مخصوص حوالہ سے دیکھتے ہیں۔ ہمارا مخصوص نقطۂ نظر واقعات کو اپنا رنگ پہنا دیتا ہے۔ ہر شخص واقعات کی اپنی اپنی تعبیر و تاویل کرتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے انداز نظر سے واقعات کو دیکھتا ہے۔

افراد کے مابین ابلاغ میں رکاوٹ پیدا ہی اس وقت ہوتی ہے جب وہ ایک دوسرے کے زاویہ نگاہ کو سمجھے بغیر ایک دوسرے پر اپنا زاویہ نگاہ یکطرفہ طور پر ٹھونسنا شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً ایک چودہ سالہ طالب علم بدمزاج ہو جاتا ہے اُس کا والد اُس سے برہم ہو جاتا ہے اُس کے کمرہ میں جا کر بے تکی باتیں سنانے کے بعد پورا دستور حیات غصہ کی حالت میں اُسے سنا دیا۔ بعد میں باپ نے سوچا کہ اُس نے بیٹے کے دل کی بات تو پھر ولی ہی نہ ہے۔ واپس گئے اور بیٹے سے معذرت انداز انہ طریقہ سے کہا کہ وہ اُس کی بات سُنیں گے۔ بچے نے بتا دیا کہ وہ کالج میں ایڈجسٹ نہیں ہو پا رہا ہے۔ ریاضی کا مضمون اُس کے سر کے اوپر سے گذر رہا ہے۔ سوچ کر اُس کو مضامین نہیں رکھوائے گئے اور پھر ان مسائل کے ہوتے ہوئے والد بھی خفا ہے تو وہ جھنجھلا اُٹھتا ہے اُسے محسوس ہو جاتا ہے کہ اُس کا والد اُس کی ذہنی و جذباتی حالت سے کوسوں دُور ہے لیکن باپ کے بات سُن لینے سے اُس کا دل ہلکا ہو گیا اور بچے کے رویّے میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔

بات یہ کہ ہر انسان انسانی سطح پر زندہ رہنے کے لئے اپنی قدر شناسی چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنے دل کے آئینے میں اُس کی نفسیاتی و جذباتی کیفیت کو منعکس کر دیں۔ دراصل ہمیں دوسروں کی بات کو خالی الذہن ہو کر اور اپنا مخصوص انداز نظر پس پُشت ڈال کر سننے کی عادت نہیں ہے۔ جس سے ہمارے انسانی رشتے کمزور پڑ جاتے ہیں اور ہمارا ہمنوائی گروپ سکڑنا شروع ہو جاتا ہے اس لئے سماعت کے غیر موثر اسلوب کے متعلق کچھ علم سیکھتے ہیں تا کہ اُن سے مستقبل میں بچا جا سکے۔

☆ کوئی ہم سے بات کر رہا ہے لیکن ہم اپنے خیالوں میں گُم ہیں۔

☆ ہم دوسروں کی بات سننے کی اداکاری کر رہے ہوتے ہیں لیکن درحقیقت ہم بات سن نہیں پاتے۔

☆ ہم گفتگو کا وہ حصہ سنتے ہیں جس میں ہماری دلچسپی ہو بلکہ ہم دوران گفتگو اپنے خیالات کی نجی محفل سجا لیتے ہیں اور مخاطب کے مافی الضمیر کو جزوی یا کُلی طور پر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

☆ ہم زیادہ سے زیادہ الفاظ سنتے ہیں لیکن الفاظ کے پردے میں ملفوف احساسات و جذبات تک ہماری رسائی نہیں ہوتی۔

☆ ہم اپنے معتقدات و تجربات کے ترازو میں لوگوں کو تولتے ہیں اور انہیں مُخلص دوست کی نظر سے نہیں دیکھتے بلکہ منصف بن کر یک طرفہ فیصلہ سنا دیتے ہیں۔

☆ جونہی کوئی اپنا مسئلہ ہمیں بتاتا ہے۔ سننے کی بجائے تجاویز کے ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ اس سے ایک ناصح کا ناپسندیدہ کردار تو اختیار ہو جاتا ہے مگر

امکانی دوست کی رفاقت ختم ہو جاتی ہے۔

☆ ہمیں کوئی اپنی بات میں شامل کرنا چاہے تو سوالات کی اتنی بھرمار کرتے ہیں کہ بات کرنے والے کی حوصلہ شکنی ہو جاتی ہے اور وہ چُپ سادھ لیتا ہے۔

مشرقی تو سرِ دشمن کو کچل دیتے ہیں
مغربی اُس کی طبیعت کو بدل دیتے ہیں

قارئین محترم ذرا سوچئے کہ ہم کس طرح روزمرّہ زندگی میں اپنے ہی ساتھیوں کو اپنے سے دُور کر دیتے ہیں۔ مشنری اداروں میں پڑھنے والے اپنے ہی ڈھب پر قائم رہے۔ مذہبی درسگاہوں میں تعلیم پانے والے نان جویں کے محتاج رہے۔ علوم فطرت اُن کا مقدّر نہ بن سکے اور دوسرا ظلم یہ کہ اپنی ہی حکومت نے اُن مشنری تنظیموں کے تعلیمی ادارے بھی قومی تحویل میں لے لئے جن کے بارے میں شاعر مشرق جیسے ذہین لوگ بھی مجبور ہو گئے تھے کہ اپنے بچوں کو وہاں داخل کروا دیا جائے۔ اس طرح قوم کے نونہالوں کی حالت انتہائی دگرگوں رہی۔ اور قوم اُن عقابوں کی راہ آج بھی تک رہی ہے جو ستاروں پر کمندیں ڈال سکیں۔ اربابِ اختیار کو یہ باتیں نظر انداز نہ کرنی چاہئیں ورنہ

ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اب ضروری ہے کہ افراد معاشرہ کو اپنا فکری ہمنوا بنانے کے لئے چند نمایاں تبدیلیوں پر غور کیا جائے۔

۱۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر کوئی دنیا کو اپنے مخصوص انداز نظر سے دیکھتا ہے۔

۲۔ ہمیں بحث وتمحیص سے کلیتاً اجتناب کرنا چاہیئے اور کبھی بھی دوسروں کو یہ نہ کہنا چاہیئے کہ وہ غلط سوچ رہے ہیں بلکہ ایسی صورت میں تجویز ہو کہ ''میں سمجھتا ہوں کہ معاملے کا یہ پہلو بھی آپ کے پیش نظر رہے تو ہمارے درمیان ہم آہنگی کی فضا پروان چڑھے گی۔

۳۔ ہمیں حاضر دماغی سے دوسروں کی بات سُننی چاہیئے اور بات سنتے وقت لمحہ موجود میں موجود رہنا چاہیئے۔

۴۔ خالی الذہن ہو کر اور اپنے تعصّبات سے آزاد ہو کر دوسروں کی بات دل کے کانوں سے سُننا چاہیئے۔

۵۔ اپنی سنانے سے پہلے دوسرے کی سننا چاہیئے۔

۶۔ دوسروں کا نقطہ نظر کھلے دل ودماغ سے سنا جائے

۷۔ اپنے مخاطب کے احساسات وجذبات کو بھی سمجھنا چاہیے تاکہ مطابقت پیدا ہو سکے۔

۸۔ خود بولنے سے زیادہ دوسروں کو بولنے کا موقع دینا چاہیئے۔

۹۔ دوران گفتگو مخاطب کی عزتِ نفس پر حملہ نہیں کرنا چاہیئے۔ تاکہ اُس کی انا کو ٹھیس نہ پہنچ سکے۔

۱۰۔ دوسروں کے خیالات بلاواسطہ بدلنے کی بجائے بالواسطہ بدلنے چاہئیں۔

۱۱۔ دوران گفتگو غُصے میں نہ آئیں اور نہ ہی منفی جذبات کی بھینٹ چڑھیں۔

قصہ مختصر قارئین کرام دوسروں کو بدلنے کی بجائے خود کو بدلنا چاہیئے اور مختلف نقطہ ہائے نظر کو کشادہ قلبی سے قبول کرنا چاہیئے۔ جب تک ہم دوسروں کے انداز نظر سے معاشرہ کو نہیں دیکھیں گے اُس وقت تک ہم اُن کے قلب میں اپنے انداز نظر کیلئے نرم گوشہ نہیں پیدا کر سکتے۔ اس کے بغیر نہ افراد میں ہم آہنگی ہو سکتی ہے اور نہ جماعت میں اجتماعی سوچ۔

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

☆☆☆☆

یادِ رفتگان

سید اسد اللہ شاہ صاحب مرحوم ومغفور

ابتدائی حالات:

محترم سید اسد اللہ شاہ صاحب جو جماعت احمدیہ کے ان بزرگوں میں سے تھے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف فرمایا تھا، ۱۳/اپریل ۱۸۷۰ء کو ضلع سیالکوٹ کے موضع تنبوشاہ کے ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جو ضلع بھر میں تعلیم وتدریس کے لئے مشہور تھا۔ شاہ صاحب کا حسب نسب سید حسینی ہے ان کے جدامجد حسین نامی غزنوی خاندان کے بادشاہوں کے ساتھ وارد پنجاب ہوئے تھے، آپ کے والد سید برکت علی شاہ ایک سکول ماسٹر تھے، ان کا شمار بھی بڑے عالموں میں ہوتا تھا اور دادا سید فاضل شاہ تو مانے ہوئے عالم تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ناسازگار حالات میں بھی تعلیم جاری رکھی، آپ ابھی سات سال کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری اور اپنی تعلیم جاری رکھی، آپ کی عمر ابھی دس سال کی تھی کہ قرآن کریم پڑھ لیا، ذہانت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے پرائمری ومڈل دونوں جماعتوں میں وظائف حاصل کئے آپ نے یہ دونوں امتحان قلعہ سوبھا سنگھ سے پاس کئے، میٹرک کا امتحان گورداسپور ہائی سکول سے دیا، سب کو توقع تھی، کہ وہ پرائمری اور مڈل کی طرح اس امتحان میں بھی وظیفہ حاصل کر لینگے، مگر شومئی قسمت آپ امتحان کے دنوں میں بیمار ہو گئے، بیماری کی حالت میں ہی امتحان دیا پاس تو اچھے نمبروں سے ہو گئے مگر وظیفہ حاصل نہ کر سکے، اور شاید اسی وجہ سے آگے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد نارووال میں سکول ماسٹر مقرر ہوئے، پھر عرصہ تین سال کے بعد محکمہ مال میں قانون گو ہو گئے۔ یہ ۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے، ملازمت کے سلسلے میں سابق پنجاب کے مختلف علاقوں میں رہے اور ہر جگہ اپنے حسنِ اخلاق سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔

سلسلہ میں شمولیت:

اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ''کہ ۱۸۹۹ء کا واقعہ ہے جبکہ میں مڈل کا امتحان پاس کر چکا تھا اس وقت میری ملاقات ایک صاحب چوہدری نبی بخش صاحب سے ہوئی، جو کہ پولیس میں سارجنٹ تھے، اور قلعہ سوبھا سنگھ میں رہتے تھے۔ انہوں نے مجھے ایک کتاب آئینہ کمالات اسلام مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب پڑھنے کو دی، جس سے میرے دل پر اچھا اثر ہوا۔ ان دنوں میں نماز تہجد بھی پڑھا کرتا تھا، اور بیس رکعت علاوہ وتر کے پڑھتا تھا، اور ہر رکعت میں پوری سورہ یٰسین پڑھتا تھا، اور مجھے کشوف بھی ہوتے تھے، اس کتاب کے پڑھنے کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو مجھے ان کے مسلک پر چلنے کی توفیق دے، اگر نہیں تو اس سے محفوظ رکھ، تو مجھے آواز آئی۔ ترجمہ: ''یعنے میری روشن حجت کو اختیار کر لو''۔ چنانچہ میں نے کارڈ لکھ کر حضرت صاحب کی بیعت کر لی، اغلباً مئی ۱۹۰۰ء میں قادیان گیا۔ اور وہاں حضرت صاحب کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تجدید بیعت کی، نمازوں کے بعد مجلس میں شریک ہوتا تھا حضرت صاحب سے بات چیت ہوتی تھی، مگر میں سوال نہیں کیا کرتا تھا، کیونکہ اس الہام نے میرے تمام شکوک وشبہات وغیرہ دور کر دیئے تھے، سیر کے لئے حضرت صاحب کے ساتھ بہت سے لوگ جاتے تھے مگر چونکہ مجھے گرد وغبار سے تکلیف ہو جاتی تھی، اس لئے میں نہ جاتا تھا اور بزرگان سلسلہ مولوی نورالدین، مولوی عبدالکریم صاحب وغیرہ سے ملاقات ہوتی رہتی تھی، کوئی بیس بائیس دن میں رہا اس کے بعد چلا آیا، مارچ ۱۹۰۸ء

میں گرداور اور قانونگو ہوکر گورداسپور چلا گیا اور قادیان آتا جاتا رہتا تھا، مولوی نورالدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب بہت مہربان تھے، قادیان میں میری شہرت ہوگئی کہ ملہم و صاحب کشف ہیں اس لئے لوگ میری قدر کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات:

جب حضرت مسیح موعودؑ کا انتقال ہوا ہے تو اس وقت میں مہیس ڈوگر جو قادیان سے چھ سات میل دور ہے، وہاں پیمائش کر رہا تھا، ایک شخص نے مجھ سے کہا ''آخر انگریز نے مرزا کو مروا ہی دیا۔'' میں نے اسے طنزیہ مذاق ہی سمجھا اور کہا ''انگریز بھی مرزا کو مرواتے رہے اور تم لوگ بھی مرواتے رہے مگر مرزا برابر دندناتا ہی رہا'' اس پر اس شخص نے کہا نہیں جی میں قادیان سے آرہا ہوں اور میں نے لوگوں کو مرزا صاحب کی لاش دفناتے دیکھا ہے، یہ سن کر میں گھوڑی پر سوار ہوکر قادیاں گیا۔ اس وقت شام ہوچکی تھی، اور مولوی نورالدین صاحب کی لوگ بیعت کر چکے تھے، یہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کا دن تھا۔ میں جنون زدہ حضرت کی قبر پر جانا چاہتا تھا، مگر ڈھاب کی ناہموار اور خشک سطح کی وجہ سے اس وقت نہ جاسکا۔ اس کے بعد میرے دل میں خیال گذرا کہ مولوی نورالدین کے بعد کون خلیفہ ہوگا تو مجھے آواز آئی ''بشیر الدین محمود احمد پھراو آوندے ہی مرتد ہوجائے گا'' پھر میں کہتا ہوں کہ اس کے بعد کون ہوگا تو نہایت لمبی اور سریلی آواز آئی ''صادق'' مولوی نورالدین کی بیعت کرنی میں نے مناسب نہ سمجھی، مولوی نورالدین کی وفات پر میں چپ رہا میاں محمود احمد صاحب کی عزت میں صرف پیر کا بیٹا ہونے کی وجہ سے کرتا ہوں ورنہ ان کے عقائد جو ہیں سو ہیں حضرت مولوی محمد علی صاحب کے متعلق میں نے توجہ کی تھی تو مجھے آواز آئی ترجمہ ''اس میں اللہ کی نشانی ہے''

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سے ملاقات اور رفاقت:۔

۱۹۰۴ء کے آخر میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی، جبکہ میں پنڈی گھیپ میں کام سیکھتا تھا۔ ۱۹۰۷ء میں زیادہ وقت ڈاکٹر صاحب کی صحبت میں گزرا۔ ستمبر ۱۹۰۷ء میں تبدیل ہوکر بھیرہ چلا گیا، اس کے بعد ڈاکٹر صاحب بھیرہ میں لگ گئے اور ملاقات کا سلسلہ جاری رہا، اور جو محبت اور دلی دوستی ہم دونوں میں تھی وہ آخری دم تک جاری رہی۔''

زندگی کے آخری ایام اور وفات:

یہ تو شاہ صاحب کے اپنے بیان کردہ حالات ہیں، جو میاں ممتاز احمد فاروقی مرحوم نے قلمبند کرکے ''روح اسلام'' میں شائع کئے، تقسیم ملک کے بعد شاہ صاحب لاہور میں قلعہ گجر سنگھ میں مقیم ہوگئے، ۲۲ جنوری ۱۹۵۷ء آپ کی طبیعت یکا یک خراب ہوگئی، اور گھبراہٹ بڑھنے لگی، آپ تین ہفتے پہلے ہی سے فرمانے لگے تھے، کہ میرا وقت بہت قریب ہے۔ اکثر دن اور تاریخ پوچھا کرتے تھے۔ آخر ۱۴ فروری کو بروز جمعرات صبح دس بجے اچانک کھانسی آ گئی، گو دوا دینے کے بعد طبیعت ذرا سنبھل گئی، مگر شاید یہ آخری سنبھالا تھا، اس سنبھالے میں آپ نے نماز عصر ادا کی اور آخر وقت تک باتیں کرتے رہے، اور سات بجکر دومنٹ پر اس جہان فانی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئے۔ آپ احمدیہ قبرستان واقعہ میانی صاحب لاہور میں مدفون ہوئے۔

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں گذارش

احباب و خواتین جماعت سے درخواست ہے کہ موجودہ حالات و مسائل کے پیش نظر مضامین لکھ کر ارسال فرمائیں ۔ یہ آپ کا اخبار ہے۔ اسے زیادہ سے زیادہ متنوع بنانے کے لئے تعاون کی ضرورت ہے۔

پیغام صلح کے معیار کو بلند رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے۔ لیکن آپ کے تعاون کے بغیر اس کے معیار کو مزید بلند کرنا ممکن نہیں۔ اپنے قیمتی مضامین ایڈیٹر پیغام صلح کے نام ارسال فرمائیں۔

ایڈیٹر پیغام صلح

''اللہ ہر چیز پر قادر ہے''

درس قرآن کریم ''نصیر احمد فاروقی مرحوم ومغفور''

(معارف القرآن)

ترجمہ: ''اللہ کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے نفسوں میں ہے یا اسے چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔ پھر وہ جس کو چاہے مغفرت کرے اور جس کو چاہے عذاب دے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے''۔ (سورۃ البقرہ:۲۸۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجا فرمایا تھا کہ مجھے دو چیزیں دی گئی ہیں جو کسی نبی کو نہیں دی گئیں ایک تو سورۃ فاتحہ اور دوسرے سورۃ بقرہ کا آخری رکوع جس کی پہلی آیت پر میں دو درس دے چکا ہوں مگر مضمون ابھی تک ختم نہیں ہوا۔ پچھلے درس کی آخری بات میں نے یہ عرض کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جو روح پیدائش کے وقت پھونکی تھی وہ ان تمام تجربات میں سے گزرتی ہوئی جو ہر انسان کو اس کی عمر بھر میں پیش آتے ہیں اور انسان کے نیک یا بد اعمال، اچھے اور بُرے اقوال اور نیک اور بُرے خیالات وغیرہ سے متاثر ہو کر ایک شخصیت یا Personality بن جاتی ہے جس کے لئے قرآن حکیم نے لفظ ''نفس'' استعمال فرمایا ہے۔ وہ روح جو خدا کے پاس سے آئی تھی اور اب ''نفس'' بن گئی وہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جسے وہ انسان کی موت کے وقت واپس لے لیتا ہے۔ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ اس امانت کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ وہ حوالہ میں اب پیش کرتا ہوں ''یعنی ہم نے امانت کو پیش کیا، آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر، تو انہوں نے انکار کیا کہ اس کا بوجھ اُٹھائیں اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کا بوجھ اُٹھا لیا بے شک وہ بڑا ظلم کرنے والا اور بڑا جاہل ہے''۔ (سورۃ الاحزاب ۳۳:۷۲)

اس میں فرمایا یہ ہے کہ وہ روح جو اللہ تعالیٰ میں سے انسان کے اندر رکھی گئی ہے وہ اس قدر بوجھل امانت ہے (یعنی اس کی ذمہ داری لینا کہ اس امانت کا حق پورا ادا کیا جائے اس قدر مشکل ہے) کہ آسمان اور زمین اور پہاڑ اس بوجھ کو نہیں اُٹھا سکتے۔ مگر انسان میں اہلیت ہے کہ اس ذمہ داری کے بوجھ کو اُٹھا سکے اور اگر وہ اس امانت کا حق ادا کرے تو انسان کے قلب میں آسمانوں سے بڑھ کر بلندی اور زمین سے بڑھ کر وسعت اور پہاڑ سے بڑھ کر مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے، تبھی وہ خدا جو آسمانوں اور زمین میں نہیں سما تا وہ انسان کے قلب میں سما جاتا ہے اور وہ خدا جس کی تجلی کو پہاڑ نہیں برداشت کر سکتے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی درخواست پر کہ ''اے اللہ تو مجھے اپنے آپ کو دکھا'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کہ اپنی جسمانی آنکھ سے مجھے نہیں دیکھ سکتا کجا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کو دیکھ سکے اور پھر اس کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سامنے کے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر گر گیا اور حضرت موسیٰ بے ہوش کر گر گئے۔ (سورۃ الاحزاب ۷:۱۴۳) تو اللہ تعالیٰ کی تجلی جسے پہاڑ نہیں سہہ سکا اسے مومن کا قلب سہہ لیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ جو آسمانوں اوز مین میں نہیں سما تا وہ مومن کے قلب میں سما جاتا ہے۔

اس معرفت کے نکتے کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیان فرمایا ہے۔ جس کو مولانا روم نے مثنوی میں یوں باندھا ہے:

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
من نہ گنجم ہیچ در بالا و پست

در دل مومن بہ گنجم اے عجب

گر مرا خواہی در آں دلہا طلب

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں آسمانوں اور زمین میں نہیں سما تا۔ مگر یہ بات عجیب ہے کہ میں مومن کے دل میں سما جاتا ہوں۔ سو اگر مجھے ڈھونڈنا ہے تو اس دل میں ڈھونڈھ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے بھی فرمایا:

درونِ قصرِ دل دارم یکے شاہے کہ گر گاہے

اگر بیروں زند خیمہ بہ بحر و بر نمی گنجد

یعنی میرے دل کے محل میں ایک بادشاہ ہے کہ اگر وہ کہیں باہر خیمہ لگائے تو خشکی و تری میں نہیں سما تا۔ اسی طرح حضرت خواجہ میر دردؒ فرماتے ہیں:

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے

میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہاردہم نے فرمایا:

از دلِ احمد نمی بینم دگر عرشِ عظیم

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے میں بڑھ کر کوئی بڑا عرش نہیں دیکھتا کہ جس پر اللہ تعالیٰ جلوہ گر تھا۔ خلاصہ یہ کہ اس روح کی امانت کو جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر رکھی ہے انسان کما حقہٗ اٹھالے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پالیتا ہے جو انسان کی پیدائش کا مقصد ہے۔ اس آیت مبارکہ میں جو میں نے ابھی پڑھی تھی فرمایا کہ کیوں انسان اس امانت کے بوجھ کو اٹھا لیتا ہے۔ جسے آسمان اور زمین اور پہاڑ نہیں اُٹھا سکتے۔ اس لئے کہ ''انسان بہت ظلم کرنے والا جہل کرنے والا ہے''۔ اردو زبان میں ''ظلم'' اور ''جہل'' عام طور پر بُرے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ مگر عربی میں ظلم کے معنی نقصان کرنے کے بھی آتے ہیں اور جہل کے معنی زبردستی کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً ایام جاہلیت کا ایک شعر ہے:

الا لا یجهلن احد'' علینا

فنجهل فوق جهل الجا هلینا

یعنی خبردار ہم پر کوئی زیادتی یا زبردستی نہ کرے کیونکہ پھر ہم سب پر زیادتی کرنے والوں سے بڑھ کر زیادتی کریں گے۔ تو لفظ جہل اس آیت مبارکہ میں تعریف کے رنگ میں آیا ہے کہ انسان میں ایک خوبی ہے جس کی وجہ سے وہ امانت کے بوجھ کو اُٹھا لیتا ہے اور وہ یہ کہ اپنے نفس پر وہ ہر قسم کا جبر کر سکتا ہے۔ مثلاً جتنی نیکیاں ہیں یا عبادتیں ہیں انہیں پورا کرنے میں انسان اپنے نفس پر جبر کرتا رہتا ہے۔ نماز کو ہی لے لیجئے۔ کس قدر اپنے نفس پر زبردستی کر کے دن میں پانچ دفعہ یا پچھلی راتوں کو تہجد کے لئے اُٹھنا پڑتا، وضو کرنا پڑتا ہے اور بھٹکنے والی توجہ کو جبر کر کے خدا کی طرف لگانا پڑتا ہے۔ دوسری بات انسان کی تعریف میں فرمائی کہ وہ اس امانت کے بوجھ کو اس لئے بھی اُٹھا لیتا ہے کہ وہ اپنا نقصان پہ نقصان کر سکتا ہے۔ خدا کے راستہ میں جتنی قربانیاں ہیں خصوصاً مال کی وہ اوپر تلے کی نقصان بظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان ضرورت پڑنے پر اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے۔ اس سے بڑھ کر وہ اپنا اور اپنی بیوی بچوں کا کیا نقصان کر سکتا ہے؟ اور جب وہ یہ سب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس انسان کے قلب میں وہ بلندی پیدا کرتا ہے جو آسمانوں میں نہیں اور وہ وسعت پیدا کر دیتا ہے جو زمین میں نہیں اور وہ مضبوطی پیدا کر دیتا ہے جو کہ پہاڑوں میں نہیں اور یہ کوئی مقامِ تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تو ایٹم جیسی چھوٹی چیز میں جو دیکھی تک نہیں جا سکتی آسمان اور زمین اور ستاروں اور سیاروں کی کائنات پیدا کر دی ہے تو کیا وہ مومن کے دل میں نہیں کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے اور کر دیتا ہے جس کا تجربہ تمام انبیاء اور اولیاء اللہ پر بلکہ مومنوں کو بھی ہوا۔

ایک علم النفس کے ماہر Psychologist نے لکھا ہے کہ زمین کی

وسعت پر قابو حاصل کرنے کی خواہش انسان کی فطرت میں ہے جس کا مظہر اسکندر اعظم یا نپولین یا چنگیز خان تھا یا آج کل کی بڑی طاقتیں Big Powers زمین پر چھا جانے کی دن رات کی کوششوں اور اربوں کھربوں پاؤنڈ اور ڈالر خرچ کرنے میں دکھاتی ہیں۔ اسی طرح پہاڑوں پر چڑھنے کی خواہش انسان کے دل میں ہوتی ہے تبھی تو لوگ اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر پہاڑوں پر بار، بار چڑھتے رہتے ہیں حالانکہ بظاہر اس کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ اسی طرح آسمانوں میں جانے کی خواہش انسان کے دل میں ہے تبھی تو اربہا ارب بلکہ کھرب ہا کھرب ڈالر اور روبل خرچ کر کے اب انسان آسمان کی بلندیوں کو پانا چاہتا ہے تو باہر کی دنیا میں تو ہر انسان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ آسمان کی بلندیوں کو پاسکے یا پہاڑوں کو سر کر سکے یا زمین کی وسعت پر قابو پاسکے مگر ہر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ سامان کیا ہے کہ وہ اگر اس امانت کا حق ادا کرے جو اس کے اندر رکھی گئی ہے تو وہ ان چیزوں کو حاصل کر سکتا ہے۔

اب ہم آج کی آیت کی باقی باتوں پر غور کرتے ہیں۔ فرمایا کہ تمہارے نفس کی جو اللہ تعالیٰ کی امانت ہے کیا حالت ہے چاہے وہ اس دنیا میں تمہارے قول یا فعل سے ظاہر ہو جائے یا تم اسے چھپا جاؤ اللہ تعالیٰ اپنی اس امانت کا تم سے حساب لے گا۔ دنیا کی دوسری چیزیں جو قرض ملی تھیں ان کا بھی حساب لے گا مگر وہ روح جو اللہ تعالیٰ سے آئی تھی اور سب میں قیمتی دولت اور امانت تم کو دی گئی تھی۔ اس کا تم نے کیا حشر کیا اس کا وہ خاص طور پر تم سے حساب لے گا۔ چونکہ انسان جو عمل کرتا ہے، یا بات کہتا ہے یا دل کے اندر خیالات جمائے رکھتا ہے اُن کا ریکارڈ انسان کے نفس پر ہو رہا ہوتا ہے تو نفس کا حساب لینے میں دراصل دوسری تمام چیزوں کا جو بطور قرض دی گئی تھیں ان کا بھی حساب آ گیا۔

تو اس عظیم الشان ذمہ داری اور جوابدہی کا خیال کر کے انسان کا دل کانپ اٹھتا ہے کہ میں یہ سب حساب کتاب کس طرح دے سکوں گا تو فوراً بطور تسلی اگلے الفاظ آتے ہیں کہ "یعنی اللہ جسے چاہے بخش دے" حالانکہ حساب کتاب کا ذکر تھا تو سزا کا ذکر پہلے آنا چاہیے تھا مگر پہلے ذکر اپنی مغفرت کا فرمایا۔ قرآن کریم اس قسم کی تسلیوں سے بھرا پڑا ہے۔ مثلاً فرمایا "کہہ دے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے"۔

دوسری جگہ فرمایا "یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس پر رحم کو لازم کر لیا ہے"۔ "یعنی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی"۔

مگر ساتھ ہی آج کے درس کی آیت میں تنبیہہ فرمائی کہ "یعنی جسے چاہے عذاب میں بھی ڈالے"۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت اُسی کے لئے ہے جو نیک نیتی سے کوشاں رہے مگر پھر بھی اس سے غلطیاں ہو جائیں یا کوتاہیاں ہو جائیں مگر جو ارادۃً شریر اور بدکار انسان ہو اس کی اصلاح کے لئے اور اسے پاک کرنے کے لئے آگ میں ڈالنا ضروری ہو جاتا ہے۔ آخر میں فرمایا: "یعنی اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے" جسے چاہے بخش دے اور جسے ضروری سمجھے سزا دے۔ اسلام کا خدا دوسرے مذاہب کے خداؤں کی طرح نہیں ہے کہ اپنی مرضی سے بخش نہ سکتا ہو یا سزا دینے پر مجبور ہو جیسا کہ عیسائیت کے عقیدہ کفارہ کی بنیاد ہے یا جزاء دے تو صرف اتنی جتنی کہ کسی نے نیک عمل کئے ہوں اور اسے پھر آواگون Transmigration of souls کے چکر میں ڈال دے۔ جو علی کل شی قدیر ہے اُسی کی مغفرت اور رحمت چاہنے کو انسان کی روح اس کے آگے گر کر توبہ و اصلاح کی طالب ہو سکتی ہے۔

وفات حسرت آیات

''بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

چوہدری شریف احمد صاحب (اوکاڑہ)

اوکاڑہ کے ہمارے بہت ہی قابل قدر بزرگ محترم چوہدری شریف احمد وفات پا گئے ہیں۔ آپ جماعت کے سرگرم ممبر اور مجلس معتمدین کے رکن بھی تھے۔ آپ نے پوری زندگی خدمات دینی میں بھرپور حصہ لیا۔ دوسرے بزرگان جماعت کی رحلت کی طرح آپ کی وفات بھی جماعت کے لئے بھاری نقصان کی حیثیت رکھتی ہے۔

دارالسلام میں احباب سے ان کے گہرے تعلقات تھے۔ ان کی وفات سے ہم ایک بزرگ ترین احمدی کے وجود سے محروم ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں انتہائی امن اور سکون کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

ہمشیرہ چوہدری شریف احمد (اوکاڑہ)

چوہدری شریف احمد صاحب کی وفات کے کچھ ہی دنوں بعد اُن کی ہمشیرہ زینب بی بی بھی اس جہان فانی سے کوچ کر گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

محمد رفیق (اوکاڑہ)

محمد رفیق صاحب (معاون دفتر انجمن) دوران ملازمت ہم سے جدا ہو کر خالق حقیقی سے جا ملے۔

مرحوم انتہائی خوش مزاج اور محنتی کارکن تھے۔ دفتر انجمن کے ہر کارکن سے محبت واحترام سے پیش آتے۔ ان کی وفات پر دفتر کا ہر رکن پر ملال تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو قربِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے خاندان والوں کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

منظور احمد قریشی صاحب (گوجرانوالہ)

منظور احمد قریشی صاحب انتہائی نیک سیرت اور پاکیزہ انسان تھے۔ آپ ایک مخلص احمدی تھے۔ احمدیت کی تعلیم سے گہری وابستگی رکھتے تھے۔ آپ نے ساری زندگی فرض شناسی کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے گزاری۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور اعلیٰ علیین کی معیت نصیب فرمائے۔ آمین

ایم اسلم سیال صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان)

محترم انور احمد صاحب کے چچا ایم اسلم سیال صاحب ڈیرہ اسماعیل خان میں قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ ان کے خاندان والوں کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے۔ آمین

عفت سمیع زوجہ عبدالسمیع مبارک (مانسہرہ)

عبدالسمیع صاحب کی زوجہ محترمہ عفت سمیع بوجہ عارضہ قلب اس جہان فانی سے کوچ کر گئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

فرحان عالم فرزند نور عالم صاحبہ (آسٹریلیا)

نور عالم صاحبہ جو کہ آسٹریلیا جماعت کی صدر ہیں۔ اُن کے بیٹے فرحان عالم ایام نوجوانی ہی میں انتقال فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے۔

مندرجہ بالا احباب کی نماز جنازہ غائبانہ جامع دارالسلام، نیو گارڈن ٹاؤن میں ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

ختم نبوت کا مفہوم

تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔

تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اس کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں تھی اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے۔

(الوصیت، ص۱۲)

مدعی نبوت کافر ہے

ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہتا ہے تو وہ ملحد و بے دین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں۔

(انجام آتھم، ص ۲۷-۲۸ حاشیہ)

کلام حضرت مسیح موعودؑ

در مدح سرورِ کائناتؐ

چوں زمن آید ثنائے سرورِ عالی تبار — عاجز از مدحش زمین و آسمان و ہردو دار

آں مقام قرب کو دارد بدلدارِ قدیم — کس نداند شانِ آں از واصلانِ کردگار

سرورِ خاصانِ حق شاہِ گروہ عاشقاں — آنکہ روحش کرد طے ہر منزل وصل نگار

آنکہ دارد قربِ خاص اندر جنابِ پاک حق — آنکہ شانِ اُونہ فہمد کس ز خاصان دکبار

صدر بزم آسمان و حجۃ اللہ بر زمیں — ذات خالق را نشانے بس بزرگ و استوار

ہر رگ و تار وجودش خانہ یارِ ازل — ہر دم و ہر ذرہ اش پُر از جمالِ دوستدار

ہست او از عقل و فکر و وہم مردم دُور تر — کے مجال فکر تاآں بحر نا پیدا کنار

روح او درگفتن قول بلیٰ اول کسے — آدم توجید و پیش از آدمش پیوند یار

کشتہ قوم و فدائے خلق و قربان جہاں — نے بجسم خویش میلش نے بنفس خویش کار

یا نبی اللہ توئی خورشید رہ ہائے ہدیٰ — بے تو نارد روبراہے عارفِ پرہیز گار

ترجمہ:

☆ مجھ سے اس عالی قدر سردار کی ثنا کس طرح ہو سکے جس کی مدح سے زمین وآسمان اور دونوں جہان عاجز ہیں۔

☆ وہ مقام قرب جو اسے اللہ کے ہاں حاصل ہے اس کی کیفیت کو واصلانِ بارگاہ الٰہی میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔

☆ وہ خاصانِ حق کا سردار ہے اور عشاق کا بادشاہ ہے۔ جس نے وصل محبوب کی ہر منزل کو طے کرلیا ہے۔

☆ وہ مقام قرب جو اسے اللہ کی جناب میں ہے اس کی شان وعظمت کو خواص اور بزرگ بھی نہیں جانتے۔

☆ وہ بزم آسمانی کا صدر اور زمین پر اللہ کی حجت ہے اور خدا تعالیٰ کی ہستی کا عظیم الشان نشان ہے۔

☆ اس کے وجود کا ہر رگ وریشہ خدا تعالیٰ کا گھر ہے اور اس کا ہر سانس اور ہر ذرہ خدا تعالیٰ کے نور سے منور ہے۔

☆ وہ انسان کے عقل وفکر اور وہم سے بالا ہے فکر کی کیا مجال کہ اس بحر نا پیدا کنار تک پہنچ سکے۔

☆ اس کی روح قول بلیٰ کہتے ہیں سب سے اول ہے وہ توحید کا آدم اور آدم کی تخلیق سے قبل اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے تھا۔

☆ وہ کشتہ قوم فدائے خلق اور اہل دنیا پر قربان تھا اسے اپنے جسم وجان سے کوئی کام نہ تھا۔

☆ اے نبی اللہ آپ ہی ہدایت کی راہوں کے سورج ہیں آپ کے بغیر کوئی عارف اور پرہیز گار ہدایت نہیں پاسکتا۔

(درثمین فارسی)